امکان کذب باری تعالی

(البوارق اللامعہ کی روشنی میں)

(اجمالی رد براہین قاطعہ)

مولانا نذیر احمد خان رامپوری علیہ الرحمہ

اسلامی کے درمیان ہوتو سزائے شرعی اس کے واسطے کیا ہے؟ واجب القتل ہے یا لازم التعزیر ہے؟ دائم الحبس ہے یا ضروری الاخراج ہے؟ اور اگر حکومت اسلامی وہاں نہ ہوتو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ زجر اور توبیخ اس کی زبان یا قلم سے کی جائے یا نہیں؟ فقط وہ صاحب اس کا جواب تحریر فرمادیں، بظن غالب کہتا ہوں کہ میرے قلم سے ان کا قلم آگے بڑھ جائے گا، ہاں یہ خدشہ یہاں باقی ہے کہ یہ سوال تمہارا مصنوعی ہے ورنہ زید کے کلام میں یہ باتیں جوتم نے لکھیں، نہیں ہیں۔ سو جناب من آپ اس خرافات مقطوعہ کو من اولہ الی آخرہ بنظر غور ملاحظہ فرمائیں، جو باتیں کہ احقر نے یہاں بطریق نمونہ لکھ دی ہیں ان سے ہزار چند زیادہ آپ کے پیش نظر ہوں گے، ورنہ خود اسی کتاب فقیر سے کہ موسوم 'بوارق لامعہ' ہے معلوم کر لیجئے، اور اگر منظور ہو کہ جس قدر عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ اس میں مندرج ہیں وہ سب کے سب علی وجہ الاستعاب علیحدہ علیحدہ ہو کر بقید صفحہ وسطر اس دفتر ضلالت کے ملاحظہ سامی میں گذریں تو ایک خط اس نشان سے کہ در ملک گجرات شہر احمد آباد مدرسہ طیبہ رسیدہ نزد نذیر احمد برسد ابلاغ فرمادیں انشاء اللہ تعالی خاکسار ان سب کو جدا جدا کر کے خدمت سامی میں ارسال کردے گا۔

اور واضح ہو کہ ابتداء میں احقر کا ارادہ اس کتاب کے لکھنے کا نہ تھا بلکہ قصد یہی تھا کہ اس دفتر خرافات میں جس قدر عقائد اور اعمال خلاف اہل سنت و جماعت کے مذکور ہیں ان سب کو فرداً فرداً السنہ مختلفہ (مختلف زبان) عربی و فارسی اردو میں لکھوں، اور ان عقائد اور اعمال کے جو جو صاحب معتقد اور عامل یا مجوز ہیں ان کے نام مع مقام لکھ کر بلاد قریبہ اور بعیدہ عرب و عجم کے علمائے نامی وفضلائے گرامی کی خدمت بابرکت میں روانہ کر کے فتوی کا طالب ہوں اور عرض کروں کہ ان لوگوں نے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا ہے، از برائے خدا رعایت کسی کی نہ کرو خلق خدا کو گمراہی سے بچاؤ، امر حق کو نہ چھپاؤ، حق کی مدد کرو، باطل کو رد کرو، یہ تحریر فرماؤ کہ وہ لوگ سنی ہیں یا رافضی ہیں وہابی ہیں یا معتزلی ہیں یا کسی اور فرقۂ ضالہ میں سے ہیں حق پر ہیں یا باطل پر ہیں لائق توقیر و تکریم ہیں یا سزاوار توہین وتحقیر اور امور دینوی اور شرعی میں ان کے ساتھ کس طرح معاملہ کیا جائے گا؟ ان لوگوں نے ایک کتاب تصنیف کی اس کا نام 'براہین قاطعہ' ہے، یہ عقائد واعمال صاف صاف اس میں لکھ کر شائع کئے ہیں۔

الغرض: اس مجمل کو مفصل کردوں اور ان عقائد واعمال کے بطلان کی دلیلیں بھی کتب شرعیہ سے لکھ دوں پھر جب جوابات مقامات مذکورہ سے آجائیں ان سب کو یکجا کر کے بطریق اشتہار کے چھپوادوں اور چار پانچ اشتہار ہر شہر وقصبہ میں روانہ کردوں کہ ہر مقام کے ابواب مساجد میں چسپاں کردئے جائیں تا کہ لوگ ان کی صحبت اور رفاقت سے محترز رہیں، اور ان کے عقائد مذکورہ اور اعمال مسطورہ کو

ضلالت سمجھیں اور گمراہ نہ ہوں لیکن بقیۃ العلماء الراسخین حضرت مولانا مولوی حاجی محمد عبید اللہ صاحب بدایونی مدرس مدرسہ محمدیہ واقع ممبئی اور فاضل المعی جناب مولانا مولوی محمد سکندر علی خان صاحب واصل قندھاری ثم لکھنوی الخالصفوری مدظلھما العالی نے یہ فرمایا کہ جس طرح دوسروں نے ان کی فہمائش کی ہے ایسے ہی ایک بار تم بھی نرمی سے ان کو سمجھا دو اور کتب شرعیہ سے ان کے خدشات رفع کر دو، کیا عجب ہے کہ تمہاری تحریر میں حکیم قدیر تاثیر پیدا کردے اور ان کے قلوب میں اثر کر جائے کہ وہ بھی صراط مستقیم پر آجائیں اور دوسرے بندگان خدا کو نہ بہکائیں اور بلا تفہیم ہر شہر و قریہ میں بدنام کرنے سے ان کو بچاؤ، ہاں اگر اس پر بھی وہ نہ مانیں اور تمہاری نصیحت کے مقابلہ میں عداوت سے پیش آئیں اور کوئی تحریر دوسری متضمن عقائد باطلہ مذکورہ و اعمال فاسدہ مسطورہ شائع کریں تو اس وقت تم کو اختیار ہے فقط۔

پس امتثالاً لامر الآمرین الموصوفین خاکسار ارادۂ مذکورہ سے باز آیا اور اس کتاب کو لکھنا شروع کر دیا، قادر قوی جل شانہ نے اپنے فضل سے تھوڑے ہی دنوں میں انجام کو پہونچا دیا، اب دیکھیئے کہ سامان اس کے طبع کا کب بہم پہونچتا ہے؟ اور بعد طبع یہ نسخہ کیا اثر دکھاتا ہے؟ شافی مطلق بیماران ضلالت کو اس سے شفا دے، ہلاکت سے بچائے، ایسا نہ ہو کہ ان کے مرض کو اور زیادہ ترقی ہو جائے اور یہ طبیب شفیق ان کی صحت سے مایوس ہو کر بخوف سرایت آن باشخاص دیگر ''بحوائے فرّ من المجزوم کفرارک من الاسد'' اشتہارات مذکورہ بالا کے اجراء میں سرگرم ہو اور چوں کہ زندگی لائق اعتماد کی نہیں ہے۔

لہذا احقر نے اپنے دوسرے ہم مشربان اہل سنت و جماعت کو اس امر کی وصیت کر دی ہے جو اخوان کہ نزدیک ہیں ان سے کہہ دیا ہے اور جو احباب کہ دور ہیں ان کو لکھ دیا ہے کہ اب تفہیم اور تلقین کی جگہ باقی نہیں ہے فقیر اگر زندہ رہا تو در صورت ظہور اغوائے عوام اس کام کو بعون اللہ المنعام خود ہی سرانجام دے گا، ورنہ آپ لوگوں میں جس کی زندگی وفا کرے دروغ گو کو تا بہ خانہ پہنچا دے، اور اہل سنت کو حزب شیطان کے شر سے بچائے، اس کتاب سے ناظرین کو ان کے اکثر عقائد و مکائد پر اطلاع ہو جائے گی۔

اب چند مکائد ان کے بطریق فہرست کے علیحدہ علیحدہ کر کے یہاں ذکر کئے جاتے ہیں، کہ ناظرین کو آسانی ہو اور ابتدائے نظر میں ان کو معلوم کر لیں اور ہر چند کہ مکائد ان کے بے شمار ہیں کوئی کہاں تک ان کو لکھے اس کتاب سے اکثر پر انشاء اللہ تعالی ناظرین غائرین مطلع ہو جائیں گے ان میں سے بعض مکائد نمونہ کے طور پر یہاں مذکور ہوتے ہیں۔

کید اول : یہ کہ جناب باری سبحانہ عن الکذب و جمیع النقائص کو جامع خرافات مقطوعہ نے تہمت لگائی اور کہا کہ جھوٹ بولنا خدا کا ممکن ہے (نعوذ باللہ منھا) اور واسطے فریب دہی عوام کے تھوڑی سی عبارت شامی کی بے محل نقل کی اور اس میں بھی باقی کو چھوڑ گیا ، گویا کہ ''لا تقربوا الصلوۃ'' کو پڑھا اور ''انتم سکاری'' سے منہ موڑ گیا۔ اور جس قدر عبارت کہ نقل کی اس کو بھی بلا دت سے (۱) (کند

ذہبی کم عقلی) نہ سمجھا اور امکان کذب کو واسطے حق سبحانہ کے ثابت کرنے لگا یہاں سے اس شخص کے علم و دیانت دونوں کو معلوم کر لینا چاہیے کہ تا بکجا رسیدہ است اور تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتی ہے۔

کید دوم : یہ کہ جامع خرافات مقطوعہ چوں کہ سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عداوت قلبی رکھتا ہے ولہذا تصریحاً وتعریضاً (کھلم کھلا اور اشارہ اور کنایہ) کلمات گستاخی نسبت اس جناب معلیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی لکھتا جاتا ہے اور کید یہ چلتا ہے کہ فلاں آیۃ اور فلاں حدیث کا میں عامل ہوں تا کہ عوام اس کے دھوکے میں آجائے اور اس کو عامل قرآن وحدیث جانے اور اس کی گستاخی پردۂ اخفا میں ہو جائے، جیسا کہ آیات ثلثہ مذکورہ بالا سے ناظرین کو معلوم ہو چکا اور بیان تفصیلی آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

• اور یہ شخص تو معلوم ہو چکا کہ عقل کا پورا ہے پھر آیات کے مطالب اور احادیث کے مقاصد جو تفاسیر اور شروح میں سلف صالحین اور علمائے محققین بیان فرما گئے ہیں ان کو کیا جانے گا؟ لاجرم ہر جگہ اپنی عداوت قلبی ظاہر کر دیتا ہے۔

کید سوم : یہ کہ سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اگر کوئی اپنا بڑا بھائی کہتا پھرے اس کو جامع خرافات جائز کہتا ہے اور اس کے جواز پر ''قل انما انا بشر مثلکم'' کو پڑھتا ہے، تا کہ جہلا اس کے فریب میں آجائیں، اس کا حال کچھ تو اوپر مذکور ہوا جس سے عقلا اور علما اور اذکیا کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص عقل کا پتلا اور لیاقت کا خاکہ ہے اور باقی بیان آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

کید چہارم : یہ کہ جیسا کہ اتباع ابن عبد الوہاب نجدی بظاہر حنبلی مذہب بنتے تھے اور حال ان کا یہ تھا کہ اہل سنت کے قتل کو مباح جانتے تھے ویسا ہی یہ شخص مع ذرّیات خود ظاہر کرتا ہے کہ ہم لوگ حنفی مذہب ہیں لیکن چوں کہ یہ شخص سچا نہیں ہے یہ مکر خود اس کی زبان قلم سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کی مدد کرتا ہے اور اگر کوئی حنفی مذہب جہلاء غیر مقلدین پر بوجہ ان کے انحراف کے سواد اعظم سے طعن کرتا ہے تو اس حنفی کو یہ شخص نہایت تشدد سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدین کا طریق بھی موافق حدیث کے ہے اور فلاں فلاں عالم بھی اس کے قائل ہیں پس طعن کرنا اس حنفی کا غیر مقلدین کے طریق پر یا ان کے کسی جزئیہ خاص پر ان سب بزرگوں پر طعن ہے، اب اس طاعن کے ایمان کا کیا ٹھکانہ ہے؟ جب آنکھ بند کر کے بزرگان دین پر اور خود حدیث پر تشنیع کی پس یہ طعن بجز جہل کے اور کیا وجہ رکھتا ہے۔ معاذ اللہ انتہی۔

یہ حاصل ہے جامع خرافات کی تحریر پر تزویر کا اس تحریر سے غرض اس شیاد (مکار، فریب کار) کی یہ ہے کہ عوام اس کے دام فریب میں آجائیں اور جانیں کہ حنفیہ بہت ہی کج رفتار ہیں جو حدیث کے خلاف کرتے ہیں اور بزرگان دین بلکہ خود حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر طنز وتشنیع روا رکھتے ہیں، اور ان کے ایمان کا ٹھکانا نہیں ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ عوام کالانعام ہوتے ہیں شاید

اس کیاد (مکار، دھوکہ باز) کے دام فریب میں پھنس جائیں، لیکن علماء اور عقلا تو پہچان گئے کہ حال بالعکس ہے۔

اور یہ حکایت اس کی تحریر کے مشابہ ہے کہ ایک مسلمان کسی مجوسی پر طعن کر رہا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ تیرا مقتدا زرتشت (پارسیوں کے پیشوا) دعوی پیغمبری میں جھوٹا تھا، آتش پرستی اس نے جاری کی اور کتاب ژند خود تصنیف کر کے لوگوں میں پھیلائی اور کہا کہ یہ کتاب آسمانی ہے اور حالاں کہ اس کا پیغمبر ہونا اور کتاب مذکور کا آسمانی ہونا باطل ہے، اس دلیل سے اور اس دلیل سے۔اسی اثنا میں دوسرا ایک شخص بظاہر مسلمان آکر پہونچا مسلمان مذکور کا بیان سن کر کہنے لگا کہ ہر قوم کے واسطے پیغمبر کا مبعوث ہونا قرآن شریف میں موجود ہے ولکل قوم هاد اور زرتشت مجوس کا پیشوا پیغمبر صادق اور حکیم حاذق تھا۔

چنانچہ فاضل شہرزور وغیرہ اس کو نبی اور حکیم کہہ گئے ہیں، پس یہ طعن بزرگان دین پر طعن ہوا بلکہ یہ تشنیع خود قرآن شریف پر ہوگئے، کہو اب طاعن کے امام کا کیا ٹھکانہ ہے؟ جب آنکھ بند کر کے ائمۂ دین اور قرآن شریف پر تشنیع کی پس یہ طعن بجز جہل کے اور کیا وجہ رکھتا ہے؟۔اس مجوسی نے مسلمان موصوف سے کہا کہ کیوں صاحب اب فرمائیے یہ آپ کے ہم مذہب کیا کہہ رہے ہیں؟ مسلمان نے کہا کہ اب تو اپنے گھر کی راہ لے ہم اسی کی تعلیم اور تادیب کو مقدم رکھتے ہیں ، پھر وہ مسلمان اسی پلید کی ردخرافات کی طرف ملتفت ہوگیا اور کما حقہ اس کی تفہیم کردی، عقلا کو اس میں تفصیل کی حاجت نہیں ہے ورنہ خاکسار اس مسلمان کے جواب کو مفصل لکھ دیتا اور مانحن فیہ کے جواب کی بھی یہاں گنجائش نہیں دیکھتا، اپنے مقام پر آئے گا انشاء اللہ تعالی۔واہ واہ کیا عمدہ اس مرید کی تقریر ہے؟ اور کیا خوب اس عنید (دشمنی کرنے والا، سرکش) کی تحریر ہے اذکیاء اس شخص کے مبلغ علم کو جان گئے ہوں گے اور اس کی لیاقت کو پہچان گئے ہوں گے اس فہرست میں اشارہ ہی پر اکتفا کیا۔

کید پنجم: یہ کہ ناظرین باتمکین پر ماسبق سے واضح ہوگیا اور مالحق سے اور بھی ظاہر ہوجائے گا کہ اس شخص کو سید العبید علیہ صلوٰۃ اللہ الحمید سے عناد قلبی ہے ولہذا "من کرہ شیا منع ذکرہ کا مظہر" کا بن گیا ہے یعنی اس شخص کو چوں کہ آں سرور علیہ سلام اللہ الاکبر سے عناد ہے، بایں سبب دل سے نہیں چاہتا کہ مجالس اور محافل میں آپ کا ذکر خیر کیا جائے اور صراحۃً منع بھی نہیں کرسکتا، کہ کوئی آپ کا ذکر نہ کرے اور آپ پر درود نہ بھیجے، تولد شریف کا حال نہ بیان کرے کیونکہ علی الاطلاق اگر ان امور سے منع کرے گا تو جانتا ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت بلکہ پہلے خود جاہل ہی اس کا کام تمام کردیں گے تو حصول غرض معلوم کے واسطے یہ چال چلتا ہے کہ جہلا کو تو یوں ہی سمجھا کر ٹال دیتا ہے کہ انعقاد محفل میلاد کتاب "سے ناجائز ہے۔اب رہے علماء تو ان کے مقابلہ میں اس کو بہت دشواری ہوتی ہے، بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارتا ہے، مشعبد (جادوگر) کی طرح بہت سے شعبدہ بروئے کار لاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں یہ مخالفت شرعی آجاتی ہے، اور یہ خلاف سنت کے ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ بعض ظرفا نے لکھا ہے کہ ایک مرد نے نہایت تنگ آکر قاضی کے پاس اپنی زوجہ کی شکایت کی کہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ رمضان میں روزہ رکھتی ہے اور نہ میری خدمت کرتی ہے اور جب میں گھر سے باہر جاتا ہوں تو دوسرے لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتی ہے، ذرا آپ اس کو نصیحت کریں، قاضی نے بلا کر بہت کچھ کہا اس عورت نے جواب دیا کہ میں شافعی المذہب ہوں اور اکثر مدت حیض کی ان کے مذہب میں پندرہ روز ہے سو مجھ کو پندرہ روز حیض رہتا ہے، نماز کیوں کر پڑھوں کہ شرعاً ممنوع ہے اور شوہر میرا بڑا مغلوب الغیظ ہے مہینہ کے پندرہ روز باقی میں اپنی جان کے خوف سے کہ مبادا نماز پڑھنے سے اس کی خدمت میں قصور واقع ہو جائے اور وہ غصہ میں آکر مجھ کو جان سے مار ڈالے محافظت جان کے نماز سے زیادہ شریعت میں موکد بہ ہے اس وجہ سے نماز کو ترک کر دیتی ہوں اور رمضان میں ہر روز مسافرین میرے گھر مہمان آیا کرتے ہیں اور مہمانوں کی رعایت خاطر سنت ہے اگر روزہ رکھوں تو خلاف سنت ہو اور سنت کے خلاف عمل میں لانا مجھ کو ہرگز منظور نہیں ہے اور خدمت نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ اکثر اوقات میرے شوہر کے نزدیک اجانب بیٹھے رہتے ہیں، اور اس وقت وہ مجھ سے کوئی چیز طلب کرتا ہے اور اغیار کے روبرو مجھ کو بلاتا ہے، بھلا شرعاً یہ کب جائز ہے؟ اور لوگوں کے ساتھ صحبت رکھنے کا حال جو میرے شوہر نے آپ سے بیان کیا سو وجہ یہ ہے کہ ہر فرد مرد بشریت کی حیثیت سے میرا بھائی ہوتا ہے، شوہر میرا بہت ہی نافہم ہے اس وجہ کو نہیں سمجھتا، لیکن میں چوں کہ اس وجہ کو سمجھتی ہوں لہذا ہر مرد کے ساتھ صحبت رکھتی ہوں، فقط اب ناظرین غور فرمائیں کہ جامع خرافات نے اس خبیثہ سے زیادہ تر اظہار اعذار شرعیہ میں دربارۂ مجلس میلاد خیر العباد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبدے دکھلائے ہیں اور مضمون ''خوی بد را بہانہا بسیار'' کو ظاہر کیا اور لکھا ہے کہ انعقاد اس مجلس کا جائز نہیں ہے بھلا علمائے سنت و جماعت کب اس شعبدہ باز کیّاد کے فریب میں آتے ہیں نیزۂ قلم سے ایک جلسہ میں اس کے سب شعبدوں کو اڑا دیتے ہیں چناں چہ آگے معلوم ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

کید ششم : یہ کہ فاتحہ اموات کا مندوب اور مستحسن ہونا چونکہ کتب شریعت میں بکمال وضوح مرقوم ہے، انکار کی مطلقاً جگہ باقی نہیں اور جامع خرافات مقطوعہ چونکہ منع للخیر پر مجبول (پیدا) ہوا ہے بہت کچھ فکر کرتا ہے کہ کون سا حیلہ پیدا کرے، جو اس کو انکار کی گنجائش ملے بالآخر سوا اس کے اور کچھ نہ سوجھا کہ اسی خبیثہ مذکورہ سے اعذار ضعیفہ پیش کر دئے بھلا وہ علمائے فحول کے روبرو لائق توجہ ہو سکتے ہیں ''و سیجی تفصیلہ انشاء اللہ تعالیٰ''

کید ہفتم : یہ کہ تمام علمائے اہل سنت کو جامع خرافات مقطوعہ کسی مقام پر عوام کالانعام کے ساتھ تعبیر کر گیا ہے اور کہیں علمائے شیطانی ونفسانی ودنیاوی کا خطاب دے گیا ہے اور اپنے نفس کو عالم ربانی وحقانی لکھ کر نقارہ انا خیر منہم کا بجا دیا ہے اور بکمال سفاہت یہ نہ سمجھا کہ میں جو تمام فضلائے متقدمین وعلمائے متاخرین عرب و عجم کو علمائے شیطانی ونفسانی لکھتا ہوں، اس کا انجام

کیا ہوگا اور یہ تکبر اور غرور اور یہ گستاخی اور بیبا کی کہاں تک پہنچائے گی، پند نامہ سعدی علیہ الرحمہ بھی جو فارسی کی پہلی کتاب ''اطفال دبستان'' (مکتب کے بچے) کو یاد رہتی ہے بلکہ اکثر دہقانون اور گنواروں کو بھی اس کے اشعار محفوظ ہوتے ہیں اس مدعی انا خیر نے نہیں پڑھی کہ اس میں فرماتے ہیں کہ تکبر عزازیل راخوار کرد + بزندان لعنت گرفتار کرد + ظاہراً اس کا جواب یہ دیگا کہ ہم نے تو یوں لکھا ہے کہ جو علماء مولد وقیام کو مستحسن جانتے ہیں، اور اس بارے میں رسائل تالیف کرتے ہیں اور اس کے استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں، اور اس کے عامل مجوز ہیں، وہ عوام کالانعام ہیں یا علمائے نفسانی وشیطانی ہیں، اور جو کہ مانعین ہیں وہ عالم ربانی وحقانی ہیں، اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ تمام علمائے اہل تسنن عوام کالانعام ہیں یا عالم شیطانی ونفسانی ہیں اور تنہا ہم عالم ربانی وحقانی ہیں فقط۔

اب ہم اہل حق اس کے جواب الجواب میں کہتے ہیں کے تمام علمائے اہل سنت مانحن فیہ کے مجوز ہیں تو بموجب تمہارے قول کے عوام کالانعام یا علمائے شیطانی قرار پائے اور زمانہ ماضی میں اگر ایک دو مانع بھی گذرے تو قطع نظر اس سے کہ النادر کالمعدوم معلوم ہے ان کے منع کی بھی ایک وجہ خاص تھی کہ وہ تمہارے سمجھ میں نہیں آئی، اور اس زمانہ میں تو سوائے حذب تمہارے قلیل کے کوئی مانع نہیں ہے سوتم عالم ربانی وحقانی ہوئے، اور عارف باللہ مولانا شاہ سلامت اللہ اور عالم ربانی مولانا شاہ احمد سعید مجددی نقشبندی اور مولانا کرامت علی صاحب جونپوری و مولانا محمد شاہ صاحب دہلوی اور فاضل حقانی مولانا عبد الغنی محدث مہاجر مدنی اور ہزاروں علمائے حقانی مستحسن اور مجوز اس عمل خیر کی گذرے کہ ان سب کے اسمائے گرامی لکھنے کے واسطے ایک دفتر علیحدہ درکار ہے (قدس اللہ اسرارھم وافاض علینا من فیضھم وبرکاتھم)، اور اب جو بزرگان دین کہ بقید حیات ہیں مولوی عبدالرازق صاحب ومولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی ومولوی شاہ محمد اکبر صاحب کاکوروی ومولوی محمد گل صاحب خالصپوری ومولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری ومولوی عبد الغفار صاحب لکھنوی ومولوی محمد علی صاحب کانپوری ومولوی محمد سکندر خاں صاحب خالصپوری وحضرت مولوی فضل الرحمٰن صاحب مراد آبادی ومولانا مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری ومولانا مولوی عبد القادر صاحب ومولانا مولوی عبید اللہ صاحب بدایونی ومولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈھی ومولانا مولوی احمد حسن صاحب پنجابی ومولانا مولوی عبد الحق صاحب مجددی نقشبندی مہاجر ومولانا مولوی رحمۃ اللہ صاحب مہاجر ومولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری ومولانا مولوی عبد الحق صاحب کانپوری اور خود تمہارے پیر جناب حاجی امداد اللہ صاحب اور سوائے ان کے ہزاروں علمائے عرب وعجم بارک اللہ فی اعمارھم مستحسن ومجوز اس کار خیر کے موجود ہیں، سو یہ سب عوام کالانعام یا علمائے شیطانی یا نفسانی ٹھہرے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا واقعی اس بے باک نے سید انام علیہ الصلوۃ والسلام وعلماء اسلام کثرھم اللہ الی یوم القیام کی جانب اقدس میں ابو رافع یہودی کی سی عداوت ظاہر کردی ''ہداہ اللہ تعالی او خذلہ'' (اللہ اسے ہدایت دے یا اسے رسوا کرے)۔

کید ہشتم : یہ کہ جب یہ شخص خیال کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی عالم علمائے سنت وجماعت سے اپنے ساتھ نہیں ہے اس وجہ سے گھبراتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی تدبیر سے کوئی نامی فاضل تو اپنے ہم زبان ہو جائے کہ کچھ سہارا ملے، سواس غرض کے حاصل ہونے کے واسطے خرافات مقطوعہ میں یہ کید چلا ہے کہ جناب مولانا مولوی رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مکہ کی خوش آمد میں نہایت مبالغہ کردیا بایں خیال کہ جب وہ اس مدح سرائی پر مطلع ہوں گے ضرور مافی الخرافات کو قبول ومنظور فرمائیں گے اور عقائد واعمال میں ہمارے شریک ہوں گے اور ہر طرح سے ہماری جانبداری اور اعانت کریں گے اور یہ بھی نہ سہی تو ہم کو مخالفین کی روبرو کہنے کی گنجائش تو ملے گی کہ فلاں فاضل نامی ہمارے ساتھ بھی اس وقت موجود ہے۔

خاکسار کہتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف تو ایک مرد پختہ جہاں دیدہ صاحب علم وعقل وفہم ہیں کہ جنہوں نے پادری فنڈر کو عاجز اور لاجواب کردیا تو بھلا کیوں کہ اس کے دام فریب میں آتے، اس دام میں تو کوئی جاہل بھی جس کو کسی قدر حصہ عقل سے ملا ہے نہیں آئے گا۔

اب حال واقعی سنئے ! کہ مولوی صاحب ممدوح جب خرافات مقطوعہ متضمنہ عقائد باطلہ واعمال کاسدہ پر مطلع ہوئے، حمیت اسلامی سے نہایت غیظ میں آئے اور کلمات تشدد بنسبت اس تالیف اور مولف اور ہم مشربان مولف وآمر طبع کے فرمائے، مولانا مولوی عبد الحق صاحب مہاجر اور مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری وغیرہما اس کے شاہد عادل ہیں جو چاہے ان بزرگوں سے بذریعہ کتابت دریافت کرلے اور خود ان کی تحریر مضمون مذکور طبع ہو چکی ہے اور دوسری عنقریب شائع ہونے والی ہے، ناظرین کے ملاحظہ میں گذرے گی۔

کید نہم : یہ کہ ایک خط حاجی امداد اللہ صاحب کا ان لوگوں نے طبع کرایا اور ظاہر کیا کہ یہ خط حاجی صاحب کا مولوی نذیر احمد خان رامپوری مدرس مدرسہ طیبہ واقع احمد آباد گجرات کے نام مکہ معظمہ سے آیا ہے اور اس پر حاشیہ اپنی طرف سے چڑھایا، اس حاشیہ میں الفاظ غیر مہذب نسبت اس خاکسار اور صاحب انوار اور مولوی احمد حسن صاحب پنجابی کے لکھے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ”خرافات مقطوعہ جب شائع ہوئی تو اس خاکسار نے ایک خط بنام حاجی صاحب موصوف روانہ کیا تھا مضمون اس کا یہ تھا کہ ”صاحبان براہین آپ کے مریدان رشید ہیں ان کو آپ منع کردیں کہ لوگوں کو گمراہ نہ کریں براہین قاطعہ میں یہ یہ عقائد باطلہ اور اعمال کاسدہ درج کئے ہیں ،فقط یہ خلاصہ مضمون خط مذکور ہے بعد چند ماہ کے وہ خط حاجی صاحب کا جس کا ذکر اوپر ہو چکا شائع ہوا، اس کی تمہید میں صاحبان براہین نے یہ بھی لکھا کہ حاجی صاحب نے یہ جواب مولوی نذیر احمد خان کو روانہ کردیا ہے جو چاہے ان سے دریافت کرلے اور خلاصہ مضمون اس خط کا جو معتقدان براہین نے چھپوایا اور شائع کیا یہ کہ براہین قاطعہ میں عقائد حقہ ہیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئے فقط اور اس کے حاشیہ میں تو سفاہت اور بلادت وغیرہ بہت سے الفاظ بمضمون المرء یقیس علی نفسه کی نسبت خاکسار کے لکھی اور جناب مولوی احمد حسن صاحب پنجابی کی نسبت لکھا کہ وہ نہ سمجھے نہ بوجھے رسالہ درباب امتناع کذب باری تعالی لکھنے کو بیٹھ گئے۔ فقط

اب سنئے ! کہ اس تمہید میں جوان مکاروں نے لکھا کہ حاجی صاحب نے یہ جواب نذیر احمد کو روانہ کر دیا ہے اس کے مقابلہ میں تو احقر اسی آیۃ کی تلاوت پر اکتفا کرتا ہے لعنة الله علی الکاذبین یعنی وہ جواب میرے پاس نہیں آیا اور ان مکاروں کو اس کی نقل پہونچ گئی یہ طرفہ ماجرا ہے۔ الغرض احقر نے فاضل کامل مولانا مولوی سکندر خان صاحب واصل خالصپوری نزیل ممبئی کو لکھا کہ آپ یہ خط میرا جناب حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں کسی اہل علم معتمد علیہ کے ہمراہ روانہ کر دیں، اس خط میں فقط حاجی صاحب سے استفسار اس امر کا کیا تھا کہ یہ خط جو صاحبان براہین نے آپ کے نام سے چھپوایا ہے فی الحقیقة آپ کا ہے یا نہیں ؟ اور آپ ان عقائد کے جو براہین میں مندرج ہیں معتقد ہیں یا نہیں؟ فقط فاضل ممدوح نے وہ خط مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے ہمراہ مکہ معظّمہ کو حاجی صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا، جناب حاجی صاحب نے اس کا جواب بسبیل ڈاک بشہر احمد آباد گجرات مدرسہ طیبہ میں میرے پاس ابلاغ فرمایا۔

﴿حاجی امداد اللہ صاحب کا خط﴾

اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ایک مدت سے بوجہ ضعف بصارت میں اپنے ہاتھ سے خط نہیں لکھتا ہوں ضرورت کے وقت دوسرے شخص کے ہاتھ سے لکھوا دیا کرتا ہوں چنانچہ وہ خط بھی جو معتقدان براہین قاطعہ نے چھپوایا ہے، میں نے اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا کاتب نے اپنے علم پر اعتماد کر کے مضمون مذکور لکھ دیا ہوگا اور براہین قاطعہ میں جو عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ مذکور ہیں وہ سراسر میرے عقائد واعمال کے مخالف ہیں، میں ہرگز ان عقائد واعمال کا معتقد وعامل نہیں ہوں۔ فقط، صاحبان براہین کے پیرو مرشد کی اس تحریر سے براہین قاطعہ کا خرافات مقطوعہ ہونا واضح ہے کہ ان کے پیرو مرشد ان عقائد واعمال سے نہایت متنفر ہیں، اور ہمارا مدعا کہ ہم اس کتاب کو سراسر غوایت اور اس کے عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ کو سراپا ضلالت کہتے ہیں'' ثابت ہو گیا، والحمد لله علی ذلك .

اب رہا یہ کہ جناب حاجی صاحب نے تحریر فرمایا کہ وہ خط میں نے اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا، کاتب نے اپنی سمجھ کے مطابق لکھ دیا ہوگا، اس مضمون کی نسبت خاکسار اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتا بوجہ اس کے کہ یہ احقر کسی مسلم کی نسبت جب تک وہ غیر مشروع کا عامل یا قائل نہ ہو کوئی کلمہ سبکی کا کہنا یا لکھنا تجویز کرنا جائز نہیں رکھتا چہ جائے آں کہ ایک بزرگ کہن سال کی نسبت کوئی سخن اس قسم کا کہے یا لکھے حفظنا الله منه .

ہاں! اس غرض سے کہ برادران دینی کو عبرت ونصیحت ہو اور مجھ کو علم وخبرت ہو ناظرین ذی عقل کی خدمت میں چند استفسار رکھتا ہے اور وہ استفسار اس قسم کے ہیں کہ ان کا جواب اہل علم وعقل تو دے ہی دیں گے وہ لوگ جو کہ فقط عقل کی روشنی ہی رکھتے ہیں جواب ان کا استفساروں کا دے سکتے ہیں، اب خاکسار ماسبق سے قطع نظر کر کے ایک روداد بیان کرتا ہے، بعد ازاں وہ استفسارات ناظرین

بالانصاف کے معرض عرض میں لائے گا، امید کہ جواب سے ممتاز فرمائیں، پھر جو صاحب عقل کہ از راہ انصاف جواب دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ فقیر اس کو اپنا معتمد علیہ اور دستور العمل گردانے گا اور جانے گا کہ یہ امر ہر فرد بشر کو اس طرح عمل میں لانا چاہیے۔

اب سنیے! وہ روداد یہ ہے کہ عمرو وبکر نے مل کر ایک کتاب چھپوائی زید وخالد وحامد وغیرھم نے جب اس کتاب کو دیکھا تو بہت سے ایسے مسائل ان کو اس کتاب میں نظر آئے کہ جن سے لوگ گمراہ ہوں اور رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین اس سے مفہوم ہو اور ذات بے عیب پروردگار عالم کی جناب اقدس میں عیب لگتا ہو، اور اسلام مورد اعتراض بنتا ہو، زید وخالد وحامد وغیرھم چوں کہ اہل اسلام ہیں، اور ان کے مذہب کے یہ مسائل بالکل مخالف، لہذا ان کو بہت ناگوار گذرا اور طابعان کتاب مذکور بھی مسلمان ہیں، زید نے بمقتضئ محبت اسلامی چاہا کہ کسی تدبیر سے اہل اسلام گمراہی سے بچیں اور صاحبان کتاب بھی ہدایت پائیں اور راہ راست پر آئیں، سو یہ تدبیر اس کے ذہن میں آئی کہ عمرو وبکر یعنی صاحبان کتاب کے پیر دستگیر مسمی بہ ضامن کو لکھنا چاہئے کہ آپ اپنے مریدوں کو منع کر دیں کہ ایسے افعال واقوال سے بعض آئیں امید ہے کہ عمرو وبکر اپنے مرشد کے فرمودہ پر عمل کریں گے، یہ سوچ کر زید نے ضامن کو مضمون مذکور لکھ بھیجا، ضامن کے پاس جب زید کا یہ خط پہونچا تو ضامن نے اپنے کسی خادم کو حکم کیا کہ اس کا جواب لکھ کر عمرو وبکر کو روانہ کر دو، چناں چہ وہ خادم حکم بجا لیا اور زید کے خط کا جواب عمرو وبکر کے پاس جو زید کے مخالف تھے روانہ کر دیا، عمرو وبکر نے اس پر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھایا اور اس حاشیہ میں بہت سے کلمات ناشائستہ نسبت زید وخالد وحامد وغیرہ کے لکھے اور اس کو چھپوا کر شائع کیا، جب زید اس پر مطلع ہوا تو ضامن کو اس نے لکھا کہ حضرت یہ خط جو یہاں میرے خط کا جواب مشہور کر کے چھاپا گیا ہے، فی الحقیقت آپ نے ابلاغ فرمایا ہے یا نہیں؟ اور اس خط کا مضمون یہ ہے کہ کتاب مذکور میں عقائد حقہ مسطور ہیں، سو آپ بھی ان عقائد کے معتقد ہیں یا نہیں؟ اس بار ضامن نے زید کو جواب بھیجا کہ وہ خط جو چھاپا گیا ہے، میں نے اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا، کاتب نے اپنے خیال سے لکھ دیا ہوگا اور میں ان عقائد کا جو اس کتاب میں مذکور ہیں ہرگز معتقد نہیں ہوں، فقط روداد تمام ہوئی۔

اب وقت استفسار یہ ہے کہ زید کے خط کا جواب جو حضرت ضامن نے اس کے مخالفین کے پاس روانہ فرمایا اور زید کو اس سے مطلق خبر ہی نہیں کی، یہ امر دیانت اور تقوی اور اصلاح میں داخل ہے یا ان کی اضداد کو شامل ہے؟ یا عقلاء کے نزدیک مناسب یہ تھا کہ زید نے اپنے خط میں اگر بجا لکھا ہوتا تو عمرو وبکر کو فہمائش کرنی تھی کہ زید نے مجھ کو یہ مضمون لکھا ہے اور بجا لکھا ہے تم ایسے حرکات سے باز آؤ اور زید کو بھی جواب لکھ دینا تھا کہ تمہاری تحریر کے مطابق عمرو، وبکر کو ہم نے منع کر دیا ہے، اب چاہے وہ مانے یا نہ مانے، میں ان کے عقائد واعمال سے بری ہوں۔ فقط۔ اور زید نے اگر بے جا لکھا ہوتا تو خود زید کے پاس زید کے خط کا جواب بایں مضمون روانہ کرنا مناسب تھا کہ "میاں! زید تمہاری سمجھ ناقص ہے عمرو، وبکر نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے سب حق لکھا ہے، تم اب غور کر کے سمجھ لو اور

انہیں عقائد کے معتقد ہو جاؤ اور انہیں اعمال کے عامل بن جاؤ یہی صراط مستقیم ہے ورنہ راہ جحیم ہے۔

استفسار ثانی یہ کہ حضرت ضامن نے اس کاتب کو مضمون بتا دیا تھا کہ یہ لکھو یا یوں ارشاد فرمایا تھا کہ اس کا جواب جو تمہارے دل میں آئے وہ لکھ لاؤ۔ درصورت اولی جو کچھ مامور نے لکھا وہ آمر کا ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو ضامن کا یہ کہنا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا ضامن کو اس تحریر سے بری الذمہ کرے گا کہ نہیں؟ اگر نہیں کرے گا تو حضرت ضامن کا یہ قول کہ اس کتاب میں عقائد حقہ مذکور ہیں اور دوسرا یہ قول کہ میں ان عقائد سے بری ہوں اور بیزار ہوں ان دونوں قولوں میں تناقض ہے یا نہیں؟ اور صورت ثانیہ کو بھی اہل عقل ملحوظ فرمائیں، پھر ضامن صاحب نے اس خط کو سن کر ابلاغ فرمایا یا بغیر سنے، اگر سن کر بھیجا تو تناقض بین القولین المذکورین ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور اگر بغیر سنے ارسال کیا تو نادانی میں یہ امر محسوب ہوگا یا دانائی میں؟ اور اس سے مداہنت فی امور الدین ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور چند استفسار اور بھی ملحوظ خاطر ہیں۔ برعایت ادب بحضرت ضامن زبان قلم پر نہیں لاتا۔

اب ناظرین با انصاف ارشاد فرمادیں کہ دوسرے اہل اسلام بھی یہ روش ضامن صاحب کی اختیار کریں یا نہیں؟ غالبا سب عقلاء یہی فرمائیں گے کہ نہیں۔ اس قدر لکھنے کے بعد خاکسار کو اطلاع ہوئی کہ حضرت ضامن کی جناب عالی کی طرف بجز رعایت خاطر عمرو، وبکر کے دوسری کوئی برائے راجح نہیں ہے، بلکہ یہ سب مکاری وعیاری عمرو، وبکر کی ہی ہے، وجہ یہ ہے کہ زید کا خط بمضمون مذکور جب حضرت ضامن کے پاس پہونچا تو حضرت ضامن نے وہ خط زید کا بجنسہ بغیر جواب کے عمرو وبکر کے نزدیک روانہ کر دیا کہ تم کو اور تمہاری تصنیف کو لوگ اس طرح یاد کرتے ہیں، سو ہوشیار ہو جاؤ اور اس قسم کی حرکات سے باز آؤ، عمرو، وبکر نے زید کے خط کا جواب اپنے قلم سے لکھا اور ضامن صاحب کی طرف سے آیا ہوا مشہور کیا اور ضامن صاحب کو بھی لکھ دیا کہ آپ سے اگر کوئی استفسار کرے تو کہہ دیجئے گا اور لکھ دیجئے گا کہ ہاں وہ جواب میں نے لکھا ہے، جب زید نے دوبارہ حضرت ضامن کو لکھا اور خود ان کے عقائد سے بھی استفسار کیا تو حضرت موصوف نے صاف لکھ دیا کہ فلاں فلاں عقائد اور اعمال اس کتاب کے میرے عقائد اور اعمال کے مخالف ہیں۔ باقی رہا یہ مضمون کہ وہ جواب جو میری طرف سے عمرو، وبکر نے چھپوایا ہے وہ جواب ہرگز میری طرف سے ان کے پاس نہیں گیا اور نہ میں اس جواب سے واقف ہوں، تمہارے خط کا جواب ان کے پاس میں کس واسطے روانہ کرتا، فقط سویہ مضمون حضرت ضامن نے اس سبب سے نہیں لکھا کہ عمرو، وبکر کی اس مکاری سے نہایت خواری ہوگی۔

الغرض: ناظرین کی خدمت میں التجا ہے کہ حضرت ضامن سے بدظن نہ ہوں عمرو وبکر کو ہی بانیان فساد سمجھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کچھ قصور نہ تھا وہ دوسرے شخص کا فتور تھا اس کید کو خاکسار نے اس کتاب سے علیحدہ اور مفصلا لکھا ہے۔ لہذا یہاں مختصر لکھا ان لوگوں نے جناب مولوی احمد حسن صاحب کی نسبت جو نافہمی کا مضمون لکھا ہے، عجیب نہیں کہ ان کے اساتذہ وتلامذہ میں

سے کوئی مستعد ہو کر اس گستاخی کا مزہ چکھائے۔

کید دھم : یہ کہ جب صاحب خرافات نے دیکھا کہ جملہ علمائے عرب و کافہ فضلائے عجم مولد و قیام کے مجوز و مستحسن ہیں تو نہایت غیظ میں آیا اور ان کی عداوت کا تخم اپنے خارزار دل میں جمایا، اور اس فکر میں پڑا کہ کوئی تدبیر ایسی نکالنی چاہئے کہ ان سب کی تجویز باطل ہو جائے سو کوئی ان کے ذہن میں نہ آئی، سوا اس کے علمائے عرب کی پوری پوری ہجو کر گیا کہ جاہل ہیں فاسق ہیں، کتاب کے خلاف کیا کرتے ہیں، مخالف نص کے فتوی دیا کرتے ہیں، اور فضلائے عجم بھی لایعلم ہیں مشرک ہیں مبتدع ہیں۔ ان سب کی تجویز اور استحسان کا کچھ اعتبار نہیں ہے، اور اسی خرافات میں یہ بھی بک گیا کہ ہمارے سوا کسی دوسرے کا قول لائق اعتماد نہیں ہے۔ اب ناظرین اس شخص کی بیہودہ گوئی ملاحظہ فرمائیں کہ کیا لکھ گیا۔

خلاصہ اس کا یہ ہوا کہ فقط یہ اکیلا جنتی ہے، اور باقی سب جہنم میں جانے والے ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات، بھلا اس بے باک کے اس زفیر سراپا تزویر کو کوئی عاقل سمع (پر فریب آواز کو کوئی عاقل قبول نہیں کر سکتا) قبول میں جگہ دے سکتا ہے۔ حاشا اور یہ کلمات لعن و طعن سب و شتم جو جمیع علمائے اسلام کی نسبت لکھ گیا فاسق بھی کہہ گیا، مشرک بھی ثابت کر گیا، جاہل بھی بول گیا، اس کی سزا کچھ تو اس شخص کو فی الحال ملی ہے اور اگر تائب نہ ہوا تو پوری پوری جزا فی الاستقبال ملے گی۔ انشاء اللہ تعالی۔

کید یازدھم : یہ کہ خرافات مقطوعہ کا کوئی صفحہ باقی نہیں ہے، جس میں صاحب انوار کو خصوصا اور جمیع علمائے اسلام کو دشنام سے یاد نہ کیا اور نافہم اور نادان اور جاہل اور بددیانت اور شوخ چشم اور بے شرم اور بے ایمان وغیرہ الفاظ ان کی نسبت نہ لکھے ہوں، یعنی صاحب انوار نے جو اقوال نقل کیے ہیں وہ علماء ربانیین اسلام کے کلام سے اخذ کر کے نقل کیے ہیں، تو صاحب انوار کی نسبت جب وہ کلمات دشنام اس ناعاقبت اندیش نے لکھے تو گویا ان سب بزرگان دین کی نسبت قرار پائے۔

اس شخص نے یہ کتاب علماء اسلام کی ہجو میں تالیف کی ہے، اور عوام کو فریب دیا ہے کہ اظہار حق کے واسطے لکھی ہے، سبحان اللہ اظہار حق کا نام اور اظہار باطل کا کام، اگر غور کرو تو اس خرافات میں نہ فقط جو علماء اسلام ہیں، بلکہ عداوت رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام و تہمت خالق انام ذوالجلال والاکرام میں بھی بہت کچھ موجود ہے، پھر جو شخص ذات بے عیب کو عیب لگانے سے اور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی سے باز نہ رہا، تو اس کو علماء اسلام کے دشنام سے کیا خوف ہوگا؟ معاذ اللہ منھا، اور باعث ان سب خرافات کا جامع معلوم کی جہالت ہوئی ہے، مولانا سعدی علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا ہے:

زجاہل نہ یاید جز افعال بد

وزو نشنود کس جز اقوال بد

ترجمہ : جاہل سے سوائے جہالت کے کام کے کچھ نہیں آتا

اور اس سے کوئی سوائے بری بات کے کچھ نہیں سنتا

کید دوازدھم: یہ کہ عوام کو فریب دیتا ہے کہ صاحب انوار نے جو مولود و قیام درود وسلام کا استحسان ثابت کیا تو اس نے امور خیر کے مانعین کہ فی زمانا وہ دو چار شخص ہیں سو ان کو جامع معلوم ولی اللہ کا خطاب دے کر کہتا ہے کہ صاحب انوار نے ان مانعین سے عداوت رکھی اور مانعین کے ساتھ عداوت رکھنی گویا خدا کے ساتھ لڑائی کرنی ہے۔

صاحبو ! ذرا غور فرماؤ کہ جامع براہین نے جو تمام علماء وفضلاء واصفیاء واتقیائے امت مصطفی ﷺ واولیائے خدائے ذوالکبریاء جل جلالہ وعم نوالہ کو ہدف سہام ملام بنایا اور جاہل اور نادان اور نافہم وغیرہ کلمات دشنام کے ساتھ یاد کیا، اور فاسق اور مشرک اور مبتدع قرار دیا، یہ ''من عادی ولیا لی فقد اذنتہ بالحرب'' کا مورد ہے، یا صاحب انوار کہ اس نے بکمال ملاطفت منّاعین للخیر کو سمجھایا کہ سواد اعظم کی مخالفت اچھی نہیں ہے۔

اور مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت میں جو رکاکت تھی اس کو واضح کر کے ان کو بری کر دیا کہ یہ عبارت ان کی نہیں معلوم ہوتی ہے، اس تہذیب اور اخلاق والا اس حدیث قدسی کا مصداق ہوسکتا ہے ''حاشا و کلا'' وھی مفسّق اطہار ومکفّر اخیار ومُجھلّ اَحبار ومغفل ابرار ومحقّر رسول مختار ومتھم خدائے غفار (پاک لوگوں کو فاسق بتانے والا بہتر لوگوں کی تکفیر کرنے والا علماء کو جاہل کہنے والا نیکوں کو غافل بتانے والا رسول مختار علیہ الصلوۃ والسلام کی تحقیر کرنے والا خدائے غفار پر تہمت لگانے والا) اس حدیث کا مورد اور مصداق ہے۔ والعیاذ باللہ منہ (وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون)

کید سیزدھم: یہ کہ جامع خرافات عوام کو دھوکا دینے کے واسطے لکھتا ہے کہ صاحب انوار نے انوار ساطعہ میں منکرین مولود و قیام کو سب وشتم سے یاد کیا ہے، جن لوگوں نے انوار ساطعہ کو دیکھا ہے اور اس کے خرافات کو بھی ملاحظہ فرمایا ہے، وہ لوگ تو جان ہی گئے ہیں کہ معاملہ بالعکس ہے اور جن بزرگوں نے دونوں میں سے کسی کا مطالعہ نہیں کیا ہے وہ اس کتاب سے معلوم کر لیں گے ،اصل یہی ہے کہ صاحب انوار نے جو نہایت نرمی سے مناعین للخیر کے ساتھ گفتگو کی ہے، اور حال یہ ہے کہ

چو با سفلہ گوئی بلطفو خوشی

فزوں گرددش کبرو گردن کشی

ترجمہ : جب تم کمینہ سے نرمی سے گفتگو کروگے

تو ان کا تکبر اور سرکشی اور زیادہ ہوجائے گا

مخدوم سعدی علیہ الرحمۃ تجربہ کر کے فرما گئے ہیں، سو وہی ظہور میں آیا کہ صاحب انوار کے کلام لطف التیام سے منکرین کا کبر وغرور افزوں ہو گیا کہ تمام علمائے راسخین اور اولیائے کاملین کو گالیاں دینے لگے اور صاحب انوار کے اس اکرام واحترام کا نام دشنام رکھا اور یہ بھی سبب ہے کہ صاحب انوار نے چوں ان کو کہ بہت نصیحت کی ہے کہ تم یہ عقیدہ نہ رکھو کہ فاسد ہے، اور یہ سخن نہ کہو کہ کاسد ہے، اس دلیل سے اس کا فساد ظاہر ہے اور اس برہان سے اس کا کساد باہر ہے، تمہارے اس قول سے تفسیق ابرار ہوگی، اور اس سخن سے تکفیر اخیار لازم آئے گی، سو اس تنبیہ اور تحذیر کا نام جامع خرافات نے دشنام رکھا، اور خود جو تمام علمائے عرب وعجم اور اولیائے خالق عالم کو جاہل اور سفہاء لکھ گیا اور فاسق ومشرک قرار دے گیا، سو یہ تجہیل احبار اور تضلیل اخیار جامع خرافات کے نزدیک تہذیب اور ادب میں داخل ہوئی۔

یہ وہی مثل ہے کہ کوئی نابکار خانہ پروردگار میں بکار ناگفتنی میں مشغول تھا کسی مرد ثقہ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ اے کمبخت تھو ہے مسجد اور یہ کام اس بدکار نے جواب دیا کہ اے بے ادب اور بدتہذیب مسجد میں تھوکتا ہے، اور میری نسبت خلاف تہذیب الفاظ بولتا ہے، اگر بکار خود مشغول نہ ہوتا تو تجھ کو بتا تا مسجد میں حرام کاری نعوذ باللہ منہ، تو اس کے نزدیک ادب اور تہذیب میں داخل تھی اور اس قائل کا قول کہ اے کمبخت تو ہی بے تھوتے اور بدتہذیبی میں داخل ہوا ویسے ہی تفسیق ابرار جہاں اور تجہیل علمائے دوران تو جامع خرافات مقطوعہ اور اس کے ہم مشربون کے نزدیک ادب اور تہذیب ہے اور صاحب انوار کے تنبیہ مذکور اور تحذیر مسطور سب وشتم نام رکھے گئے اور لعن وطعن میں محسوب ہوئے اس سے ناظرین معلوم کرلیں کہ یہ شخص کتنا بڑا مہذب اور مؤدب ہے مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب ندوی نے جو دیوبند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی، کہیں یہ شخص نافہمی سے عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ ظاہر کرتے کرتے اس کو درہم وبرہم نہ کر ڈالے یعنی جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہاں کی تعلیم عقائد واعمال جملہ علمائے اہل سنت وجماعت ساکنان عرب وقاطنان عجم کے عقائد واعمال کے مخالف ہوتی ہے سب متنفر ہو جائیں گے، اور ہر چند کہ وبال اس کا تنہا اس کی گردن پر آئے گا، لیکن اہل اخلاص کو چاہیے کہ اس کو منع کریں اور کہیں کہ بھائی تو گھر میں اپنے خاموش بیٹھا رہ علما کے مقابلہ میں دخل در معقولات کیوں کرتا ہے، اس سے ہمارا مدرسہ بدنام ہوتا ہے، ابھی تو ایک شخص نے علمائے اہل سنت وجماعت میں سے تیری خرافات پر اطلاع پا کر اس قدر لیاقت تیری ظاہر کی ہے جب دوسرے علما کو اطلاع ہوگی تو وہ اور زیادہ تیری بزرگی ظاہر کر دیں گے، اور ابھی تک خیر ہے کہ نذیر احمد نے تجھ کو در پردہ ہی رکھا ہے آئندہ ایسا نہ ہو کہ علماء اہل سنت وجماعت چہار طرف سے متوجہ ہو جائیں، اور تیرے نام اور مقام کی پوری تصریح کر کے دھجیاں اوڑا دیں لہذا مصلحت یہی ہے۔

ز علم بے خبری اے عزیز من مخروش

رموز غامضہ علم عالماں دانند

ترجمہ: اے عزیز علم سے بے خبر رہ کر شور و ہنگامہ مت کر

کیوں کہ علم کے رازہائے پوشیدہ عالم جانتے ہیں

فقط طرفہ یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے پیر دستگیر جناب حاجی صاحب کو بھی اغوائے عوام ودشنام دہی علمائے اسلام کے سبب سے اپنے ساتھ ہدف سہام ملام بنایا، اور زیادہ بدنام کرنا چاہا تھا، لیکن وہ تو آخر شیخ پختہ کار، دیدۂ انقلاب روزگار تھے صاف اس کے دام فریب سے نکل گئے اور فرمانے لگے کہ میں ہرگز اس کے عقائد فاسدہ کا معتقد نہیں ہوں اور نہ اس کے اعمال کاسدہ کا عامل ہوں، دل میں اپنے فرماتے ہوں گے کہ میں تو جانتا تھا کہ اس سے اپنی نیک نامی متصور ہے یہ معاملہ برعکس کیسے ہوگیا؟ اس کے دل میں کیا سمائی جو علمائے مکہ معظّمہ کو جاہل اور فاسق کہنے لگا اور فضلائے ہند کو سفاہت اور جہالت کے ساتھ منسوب کرنے لگا، سرور عالم کو اپنا بڑا بھائی بولنے لگا، گُہر (موتی) کو ساتھ حجر کے تولنے لگا ذات باری کو عیب لگانے لگا، راگ انا خیر گانے لگا، اور فی الحقیقت حاجی صاحب موصوف کا یہ فرمودہ بجا ہے، اور دوسرے بھی تو، حاجی صاحب کے بہت سے مرید ہیں، عالم بھی ہیں، فاضل بھی ہیں عامل بھی ہیں، سوا اس کے کسی نے ان میں سے یہ راہ پُرخطر آگے نہ لی، گروہ منصور جمہور کے قدم بقدم چلے جاتے ہیں، پھر کیسے حاجی صاحب کے قلب انور پر اس شخص کی طرف سے کدورت نہ آئے گی، تو بدنام کنندۂ نیکو نامی چند (چند نیک ناموں کو بدنام کرنے والے) کا مصداق بن گیا قبل طبع براہین مقطوعہ کی یہ خاکسار بھی اس شخص کو صالح جانتا تھا، جب اس دفتر خرافات کو دیکھا کہ تمام علمائے اسلام کی ہجو کر گیا سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جناب اقدس میں بے ادبی کر گیا، ذات باری تعالی کے ساتھ عیب لگا گیا، ''العیاذ باللہ'' بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، حمیت اسلامی کو جوش آگیا دل نے کہا کہ علمائے اسلام اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خالق انام کی جناب اقدس سے اس کو دفع کر اور خدا اور رسول کی محبت میں کلفت کو راحت سمجھ اور علمائے اسلام کے ناصرین میں شامل ہو اور اسلام کو اعتراض کفار سے بچا اور اس کو متنبہ کر۔ بایں خیال خاکسار نے بدرجۂ ناچاری نیزۂ قلم اٹھایا، ورنہ احقر اس کی طرف التفات بھی نہ کرتا خود اپنے اشغال ضروریہ سے فرصت کہاں جو کوئی تعلیم بہائم میں صرف اوقات کرے۔

کید چھاردھم : یہ کہ صاحب انوار نے جہاں نصوص قطعیہ قرآن وحدیث سے استدلال کیا صاحب خرافات نے وہاں تاویلات باردۂ بعیدہ اس قسم کے کہ اطفال ابجد خوان، ان تاویلات پر خندہ کرتے ہیں پیش کر دیے، اور جہاں کتب فقہ واصول وکلام وتصوف وسیر وتفسیر وغیرہ سے اپنا مدعا ثابت کیا وہاں بعض مقام پر تو یہ لکھ گیا کہ یہ روایات ضعیفہ ومرجوحہ لائق اعتماد نہیں ہوسکتی، اور کہیں یوں بول گیا کہ یہ اقوال نصوص کے مخالف ہیں اور خود صاحب خرافات کا حال یہ ہے کہ نص کو فص جانتا ہے اور فص کو نص، پھر اس لیاقت پر تمام علمائے اسلام کی تکفیر وتحقیر وتجہیل وتضلیل پر مستعد ہوا ہے۔ ''العیاذ باللہ''

اور جہاں صاحب انوار نے علمائے راسخین کے اقوال وفتاوی نقل کیے کہ دیکھو! علمائے ربانیین عرب وعجم مانحن فیہ (ہمارے مدعا) کے مثبت اور ہمارے ہم زبان ہیں، یہاں صاحب انوار کی طرف اشارہ کرکے یوں خرافات بکتا ہے کہ اس شخص کو نص سے تو اثبات

مدعا آتا ہی نہیں ہے، عاجز ہو کر یہ کہہ دیتا ہے کہ فلاں عالم کا یہ قول ہے اور فلاں فاضل یہ کرتے تھے اور یہ نہیں سمجھتا کہ تمام دنیا کے عالموں کا قول جب نص کے مخالف ہو تو مردود ہو جاتا ہے اور اقوال مذکورہ کے قائل تو فلاں فلاں جاہل ہیں اور فتاوی مسطورہ کے مفتی تو فلاں فلاں فاسق ہیں اور ہم نے تو نص سے اپنا مدعا ثابت کر دکھایا پھر ہم کو مردم شماری سے کیا غرض ہے؟ انتہی۔

یہ خلاصہ ہے جامع خرافات کے کلام نافرجام کا کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس مجہل احبار اور مفسق اخیار کو اس قدر بھی علم نہیں ہے کہ تمام دنیا کے عالموں کا قول نص کے مخالف ہو ہی نہیں سکتا حدیث ''ان الله لا یجمع امتی علی ضلالة ''اس مدعا کی مثبت ہے ،اور اقوال مذکورہ کے قائل وہ علمائے ربانی وفضلائے حقانی ہیں کہ ان کا ادنی شاگرد اس کو چالیس برس پڑھا سکتا ہے، اور اس شاگرد کے روبرو اس کی زبان ہی نہیں کھل سکے گی اور فرض کیا اگر ان قائلین میں سے دو ایک کم علم اور بہ لباس اہل دنیا بھی ہوں تو کیا حرج ہے۔ ''سلک مروارید بیش قیمت میں رشتہ (دھاگا)'' کم قیمت آخر ہوتا ہے، تو جو اس شخص کی طرح عقل کا پورا ہوگا وہ مجموع سلک مروارید کو رشتہ کے سبب سے کم قیمت کہے گا اس شخص کی دانشمندی لائق غور ہے، اور مفتیان اتقیاء کو جو یہ شخص فاسق کہہ گیا ہے سو یہ قول ''المرأ یقیس علی نفسہ'' کی وجہ سے ہے اور اس کا یہ قول کہ ہم نے اپنا مدعا نص سے ثابت کر دکھایا ہے اس کا حال بعون اللہ سبحانہ آگے معلوم ہو جاتا ہے، اور کوئی عالم علمائے محققین اہل تسنن میں سے اس کے ہم زبان نہیں ہے مردم شماری یہ شخص کیا کرے گا اور جن کو یہ شخص اپنا ہم مشرب سمجھا ہے حاشا کہ وہ اس کے ہم مشرب ہوں ان کے مطلب اور مدعا کو نہیں سمجھا اس سبب سے ان کو اپنا ہم مشرب تصور کیا ہوگا اور جن کا کلام کہ بظاہر اس کا معین بھی ہوگا، وہ بھی معدود ہوں گے، جمہور غیر محصور کے مقابلہ میں بالفرض اگر ان کا کلام نفس الامر میں بھی اس کا معاون ہوگا تو نامقبول رہے گا۔حدیث: اتبعوا السواد الاعظم'' کی شرح میں علامہ قاری علیہ رحمۃ الباری نے کہا:

یعبر وابه عن الجماعة الکثیرة والمراد ما علیه اکثر المسلمین (جماعت کثیرہ کی تعبیر سواد اعظم سے کی جاتی ہے اور اس سے مراد وہ امور ہیں جن پر اکثر مسلمان قائم ہیں) انتہی۔ چہ جائے آں کہ ما نحن فیہ کے مجوز اکثر علماء واتقیاء ہوں، علمائے محققین جو اس حدیث کے معنی لکھے وہ قابل قبول ہوں گے یا جامع خرافات کے گھر کے تراشے ہوئے معنی لائق توجہ ہو سکتے ہیں۔

یہاں ایک حکایت (عنوان) مولانا مولوی محمد سکندر خان صاحب واصل خالص پوری سے میں نے سنی تھی، یاد آئی کہ ایک مولوی اور دوسرا تارک الصلوۃ کسی سفر میں ہم طریق ہوئے، جب وقت نماز کا آیا مولوی صاحب نے وضو کر کے نماز شروع کی بعد از فراغ دیکھا کہ رفیق مذکور بیٹھا ہوا حقہ پی رہا ہے، مولوی صاحب نے کہا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے ہیں، رفیق نے جواب دیا کہ ابتداً آپ نماز کی تعریف تو بیان کیجیے کہ کیا شئی ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ عبادت بارکان مخصوصہ جو میں نے ادا کی اسی کا نام نماز ہے، رفیق نے جواب دیا کہ سبحان اللہ اس اٹھا بیٹھی کا نام آپ نے نماز رکھا ہے اس کی فرضیت آپ کسی نص سے ثابت کر سکتے ہیں، مولوی صاحب

نے کہا کہ ہنوز آپ کو اس عبادت کی فرضیت ہی کا علم نہیں ہے، قرآن شریف میں بمواضع متعددہ اقیموا الصلوۃ وارد ہے، آپ نے نہیں پڑھا؟ رفیق نے کہا کہ واہ واہ حضرت اس کا مطلب آپ بالکل نہیں سمجھے، اب ہم سے سنیے کہ 'صلوۃ' ایک پہاڑی لکڑی کا نام ہے کہ آپ نے شاید وہ نہیں دیکھی وہ لکڑی کجدار ہوتی ہے، اس کے سیدھا کرنے کے واسطے اس آیت شریفہ میں ارشاد ہوا ہے ،اقامت بمعنی راست کردن ہے عرب بولا کرتے ہیں اقام العود یعنی سیدھا کیا لکڑی کو، الکڑی کو 'عود' بھی عربی میں لکڑی کو کہتے ہیں، اقیموا الصلوۃ یعنی چوب مذکور کو تم سیدھا کرو کہ گھر کے کام میں لانے کے لائق ہو جائے، اس آیت شریفہ میں تدبیر منازل کی تعلیم فرمائی گئی ہے اور تدبیر منازل ایک قسم ہے اقسام ثلثہ حکمت عملیہ سے اور یہ آپ کی فہم کی خطا ہے جو آپ صلوٰۃ کے معنی اس اٹھا بیٹھی کے سمجھے ہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ مفسرین اور محدثین اور فقہاء اور اہل لغت نے صلوۃ کے معنی یہاں اسی عبادت کے لکھے ہیں جو مشتمل ہے رکوع وسجود، قیام وقعود پر، رفیق نے کہا کہ آپ زید وعمرو، وبکر وخالد وغیرہ کا نام نہ لیجیے، نفس نص سے اپنا مدعا ثابت کیجیے، یہ آیت تو ہرگز آپ کے مدعا کی مثبت نہیں ہوسکتی، مولوی صاحب نے ناچار ہو کر دوسری آیت پڑھی حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی رفیق نے کہا کہ اس آیت سے تو ہمارا مدعائے مذکور ثابت ہوتا ہے نہ آپ کا۔

مقصود مسطور یعنی یہاں بصیغہ جمع 'صلوات' ارشاد فرمایا ہے، مطلب یہ ہے کہ جب لکڑیاں بہت ہوں تو ان کی محافظت کرو کہ چور نہ لے جاسکے اور بیچ والی لکڑی جو کہ عمدہ ہوتی ہے اس کی تاکیداً تخصیص فرمائی اور یہ تو ظاہر ہے کہ اسباب اور متاع کی محافظت کی جاتی ہے کہ اس کے واسطے خوف ہوتا ہے کہ کوئی اٹھا نہ لے جائے اور یہ بھی واضح ہے کہ لکڑیاں مایہ اور متاع میں داخل ہیں، لہذا ان کی خرید وفروخت جاری ہے، بخلاف تمہارے اس اٹھا بیٹھی کے کہ اس کو کوئی اٹھا نہیں لے جاسکتا اور نہ اس کو لے جا کر کوئی کہیں فروخت کرسکتا ہے اس کی محافظت کیا ہوگی؟ مولوی صاحب نے بہت کچھ یہاں محافظت فرمانے کی وجہ اور وہاں اقامت کے آنے کا سبب بیان کیا، رفیق نے لانسلم کی سپر (ڈھال) آگے کردی، واقعی لانسلم کی وہ سپر ہے کہ مسائل اور دلائل اور کتب ورسائل کی تیغ وشمشیر سے نہیں کٹتی ہے اور نہ ٹوٹتی ہے اس کے توڑنے کے واسطے تو وہی ڈنڈا ہے جس کو کسی مرد جنگ آزمودہ نے پنجابی زبان میں نظم فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آسمان سے آئیں چار کتابیں اور پانچواں آیا ڈنڈا۔

الغرض: مولوی صاحب کی تیغ دلیل جب اس سپر کو نہ کاٹ سکی اور اس ڈنڈے سے کام نہ لیا جو کام حاصل ہوتا بمضمون شعر صائب ؎

کام دل نتواں گرفتناز جہاں بے روی سخت

آتش آوردن بروں از سنگ کار آہن ست

ترجمہ : دنیا سے دلی مقصد نہیں حاصل کر سکتے بغیر سختی کے
کہ پتھر سے آگ لوہے کی ضرورت سے نکلتی ہے

مولوی صاحب کی صفیر (آواز) اس خر کی زفیر (گدھے کی آواز) سے پست رہ گئی۔

بآخر فرمانے لگے کہ دیکھو فلاں اور فلاں عالم عبادت مذکورہ ادا کرتے چلے آئے اور اس کی فرضیت کے قائل رہے اور فلاں اور فلاں متقی فی الحال بھی اس کو ادا کرتے ہیں اور اس کی فرضیت اور وجوب کے مثبت ہیں، تارک الصلوۃ نے کہا وہ لوگ جن کو تو عالم قرار دیتا ہے سب کے سب جاہل اور فاسق تھے اور اس زمانہ کے لوگ بھی علی ھذا القیاس ہیں۔

اسی قول سے جہالت ان کی معلوم ہوگئی اور نص کے مخالف کسی کا قول اور فعل لائق اعتماد کے نہیں ہے اور تجھ کو نص سے تو اثبات مدعا آتا ہی نہیں ہے فقط یہی کہہ دیا کرتا ہے کہ فلاں اور فلاں یہ کرتے ہیں اور فلاں اور فلاں یہ کہتے ہیں، یہ تو عین دلیل تیرے عجز کی ہے، اثبات مدعا سے اور ہم نے تو نص سے اپنے مدعا کا اثبات کر دیا ہے پھر ہم کو فلاں اور فلاں عالم اور فلاں اور فلاں متقی کے قول و فعل سے سند پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ انتہی

خاکسار کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا خوب اس تارک الصلوٰۃ نے نص 'اقیموا الصلوٰۃ' سے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، پس جیسا کہ اس تارک الصلوۃ بمعنی ترک کنندۂ نماز نے اپنا مدعائے معلوم بتاویلات معلومہ نص سے ثابت کیا تھا اور اس مولوی سے بالفاظ مذکورہ خطاب کیا تھا ویسا ہی اس جامع خرافات مقطوعہ تارک الصلوۃ بمعنی ترک کنندہ ورود نے اپنا مدعائے مفہوم بتاویلات علیلہ نص سے اثبات کو پہنچایا ہے، اور صاحب انوار کو بکلمات ناشائستہ جواب دیا ہے، شاباش ہے اس تارک الصلوۃ کو اور آفریں ہے، اس تارک الصلوۃ کو"العیاذ باللہ تعالی من شرور اقوالھما۔

کید پانزدھم : یہ کہ صاحب انوار نے جہلاے مانعین اور سفہاے منکرین کو بہت جگہ ان کے اغلاط فاحشہ لفظیہ اور اسقام قبیحہ لغویہ پر اطلاع دی، اور جیسا کہ استاد شاگرد بلید کو غلط پڑھتے وقت تعلیم دیتا ہے کہ اے بیوقوف لفظ تو پہلے صحیح پڑھ بعد کو معنی کر اور مطلب پوچھ بغیر تصحیح الفاظ کے معنی تو کیا کرے گا؟ اور مطلب تو کیا سمجھے گا؟ ہمیشہ بے وقوف کو دن رہے گا؟ جس اہل علم کے روبرو بات کرے گا یا عبارت پڑھے گا یا لکھے گا، جہالت تیری اس اہل علم پر منکشف ہو جائے گی کیوں کہ علم و جہل انسان کا ایک ہی لفظ سے معلوم ہو جاتا ہے۔

قصۂ شیخ علی حزین تو نے نہیں سنا اس طرح پر منکرین کو صاحب انوار نے پڑھایا اور سمجھایا۔

اس کا حال سنیے کہ اس تعلیم کی جزا انہوں نے یہ دی کہ گالیوں سے پیش آئے اور اپنے اغلاط کا عذر بدتر از گناہ یہ کیا کہ وہ اغلاط

کثیرہ ہمارے نہیں ہیں اہل مطبع کی ہیں۔

واہ کیا خوب عذر کیا، حالاں کہ جہاں کتاب میں غلطی ہو جاتی ہے وہ غلطی خود بزبان حال بول اٹھتی ہے کہ کاتب سے ہے یا اہل مطبع سے ہے یا مصنف سے ہے اہل عقل پہچان لیتے ہیں کہ یہ غلطی اُس کی ہے نہ اس کی یا اِس کی ہے نہ اُس کی۔ اہل مطبع کے اغلاط اور قسم کے ہوتے ہیں اور مصنف کے دوسری قسم کے۔

بھلا اس نے جو یہ کہا کہ اغلاط اہل مطبع کے ہیں عقلاء کیا اس کے فریب میں آ کر اس کے اغلاط اہل مطبع کے سر تھوپ سکتے ہیں حاشا چور تو یہی کہتا ہے کہ یہ چوری میں نے نہیں کی، بلکہ دوسرے کا نام بتاتا ہے، عقلمند تحقیق کر کے معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ کام اِس کا ہے نہ اُس کا یا اُس کا ہے نہ اِس کا۔

چنانچہ منکرین نے جہاں جہاں غلطی کی وہ صاف اہل دانش پر واضح ہوگئی کہ خود جہلاے مؤلفین کی ہی ہے، اور بعض جگہ جامع خرافات تسلیم بھی کر گیا لیکن وہاں یہ جواب دیا کہ محصلین اغلاط لفظیہ کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں، اس شخص کو اس قدر بھی تمیز نہیں کہ جب اس سے الفاظ ہی کی تصحیح نہیں ہو سکتی تو محصل اور عالم کیوں کر قرار پایا؟ یہ چند جہلا، نہ الفاظ کو جانتے ہیں نہ معانی کو پہچانتے ہیں نہ مطالب کو جانتے ہیں۔ عالم ہونے کا دعوی رکھتے ہیں۔ اس جامع خرافات کو دیکھئے کہ خرافات مقطوعہ میں اس قدر اغلاط لفظیہ ومعنویہ بھرے ہیں کہ اگر کوئی اس کو طومار اغلاط کہے تو بجا ہے، اردو کا محاورہ ایسا کہ باشندگان دہلی ولکھنو تو درکنار بعض دہاقین بھی اُس زبان سے شرماتے ہیں، مذکر کو مؤنث بول گیا ہے اور مؤنث کو مذکر کہہ گیا ہے، جمع کو مفرد اور مفرد کو جمع بکتا چلا گیا ہے، اور تعقید لفظی ومعنوی اس قدر کہ مراد کو الفاظ سے کچھ مناسبت ہی نہیں اور عربی وفارسی الفاظ جو لوگوں سے سنی سنائی زبان قلم پر لایا ہے وہ ایسے کہ اگر تمام کتب صرفیہ ونحویہ ولغویہ میں تلاش کرو کہیں پتہ نہ ملے، اور طرفہ یہ کہ اپنے ذہن میں ان کو صحیح سمجھا ہے، ورنہ کیوں لکھتا، کاتب الحروف نے چاہا تھا کہ اغلاط لفظیہ پر بھی اس کو مطلع کرے اور سب کو جمع کر کے ایک انبار لگا دے، لیکن جامع خرافات کو اُس سے فائدہ حاصل ہونا مظنون نہ ہوا کہ بوڑھے طوطے کو کتنا ہی پڑھاؤ وہ ٹیں ٹیں ہی کرتا رہتا ہے، لہذا ترک کیا اور نفس مطلب ہی سے غرض رکھی۔

اور کاتب الحروف کا مولد اگرچہ شہر مصطفیٰ آباد عرف رام پور ہے لیکن زمانۂ طفلی سے علمائے دہلی کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہو کر تحصیل علوم میں سالہائے فراواں مشغول رہا اور اسی شہر فرخندہ بنیاد کو اپنا وطن بنا لیا، اور یہ شہر توصیف سے مستغنی اردوی معلی یہاں کی شہرہ آفاق ہے ارادہ کیا تھا کہ اس کتاب کو موافق محاورہ اہل دہلی کے لکھوں لیکن دل نے کہا کہ یہ کیا خیال ہے تو خطاب کس سے کرتا ہے اور جواب کس کو دیتا ہے بھینس کے آگے بین نہ بجا، بکری کے روبرو شافیہ نہ پڑھ، مخاطب کون ہے تیری زبان نہ سمجھے گا محنت رائیگاں جائے گی، مخاطب کی زبان میں مخاطب کو سمجھا، ہر شخص کی تعلیم اس کے لہجہ میں خوب ہوتی ہے اس کے محاورہ میں مرغوب

ہوتی ہے، مضامین علمیہ بیان نہ کر، جواہیر معانی ارزاں نہ کر، ترکیب نحو وتعلیل صرف نہ کر بے سود اپنی عمر صرف نہ کر' کلمو الناس علی قدر عقولھم' پر نظر رکھ، ناچار اس خاکسار نے بتکلف لہجہ صاحب براہین اختیار کیا، ناظرین کو اگر کہیں عبارت کی غیر مربوطی معلوم ہو کاتب الحروف کو معذور رکھیں کہ زبان غیر معتاد میں گفتگو بتصنع ہوا کرتی ہے، مطالب کے طالب رہیں اور مقاصد کے قاصد وھا انا اشرع فی المقصود بعون اللہ الودود۔

قال صاحب انوار الساطعہ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عزاسمہ جس کی شان عالی یہ ہے "من اصدق من اللہ حدیثا" اس کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے، تمام ہوا کلام صاحب انوار کا، اب اس کلام کے رد میں جو براہین قاطعہ میں لکھا ہے وہ حرفاً حرفاً بجنسہ لکھا جاتا ہے۔

جواب اس مضمون کا کہ امکان کذب باری مسئلہ جدید نہیں قدماء میں اختلاف ہوا ہے:

قال جامع البراھین القاطعہ: ص ۳-۹۔ امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟ چناں چہ ردالمحتار میں ہے:

ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر مافی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لا یعد نقصاً بل جوداً و کرماً الخ.

ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے، پس اس پر طعن کرنا مولف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے، ہاں حق تعالی کو اپنی مخلوق کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہ ہونا آج تک کسی اہل علم نے نہ کہا تھا، جیسا اس سیزدہم (۱۳) صدی کے متبدعین نے کہا ہے، اور عجز قادر مطلق کی مقرر ہوئی، اور ان اللہ علی کل شئی قدیر کے خلاف عقیدہ ٹھہرایا، اس پر مؤلف کو افسوس وعبرت نہ ہوئی پس یہ ماجرا قابل دید ہے کہ تمام امت کے خلاف حق تعالی کی عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مؤلف کے پیشوایان کا دین ہے اور مولف اس پر افسوس نہیں کرتا اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدماء میں مختلف فیہ ہو چکا ہے اس پر طعن کرتا ہے، اس سے حال علم وفہم مؤلف کا ہر شخص امتحان کرکے دیکھے فقط۔

اقول: میدان مناظرہ میں جامع براہین کا یہ اول قدم ہے لڑکھڑا کر ٹھوکر کھانا شروع کردیا، دیکھئے اسی ایک قول میں کس قدر لغزشیں اور خطائیں موجود ہیں۔

اول خطا: یہ کہ مؤلف نے بناء تالیف براہین قاطعہ رد بدعت ومحدثات پر اپنے زعم میں رکھی تھی،، پھر صدق جناب باری

تعالیٰ جس پر صاحب انوار نے آیت کریمہ سے شاہد عدل پیش کیا کہ ''من اصدق من الله حدیثا '' یہ تو بدعات ومحدثات میں داخل نہ تھا پھر جامع براہین کلام ربانی کے مقابل میں خارج از مبحث بحث کر کے کیوں خطرہ عظیم میں پڑا کیا خدائے تعالیٰ کے صدق کلام ماننے کو بھی آپ نے بدعت سمجھا معاذ اللہ منھا۔

دوسری خطا: جامع براہین نے خارج از مبحث اگر گفتگو کی تو یہ کی کہ امکان کذب باری تعالیٰ کا ثبوت دیا جس پر بچے مکتبوں میں کریما پڑھنے والے بھی قہقہہ مارتے ہیں اور کہتے ہیں:

دروغ آدمی را کند بے وقار
دروغ آدمی را کند شرمسار

ترجمہ: جھوٹ آدمی کو بے وقار کرتا ہے
جھوٹ آدمی کو شرمندہ کرتا ہے

زنا راستی نیست کارے بتر
کزو گم شود نام نیک اے پسر

ترجمہ: جھوٹ سے بدتر کوئی کام نہیں
اے لڑکے اس سے نیک نامی گم ہوجاتی ہے

کذب ایسی خسیس چیز ہے کہ ابلیس نے بھی احتراز چاہا:

تفسیر کبیر کی پانچویں جلد میں تحت آیت: لاغوینهم اجمعین الا عبادك المخلصين کی لکھا ہے: ان الذی حمل ابلیس علی ذکر هذا الاستثناء ان لا یصیر کاذبا فی دعواه فلما احترز ابلیس عن الکذب علمنا ان الکذب فی غاية الخساسة انتهی۔

ایسی خسیس چیز کذب جب ہو کہ ابلیس کو بھی اس سے احتراز کرنا پڑا تو خدائے تعالیٰ کے حق میں اس کا جواز ماننا اہل ایمان کا کام نہیں ہے، اگر معاذ اللہ جناب باری تعالیٰ سے کذب صادر ہوگا تو اس کا وہ نام نیک جو صادق ہے اس میں نقص آجائے گا توبہ توبہ ہزار بار توبہ۔ اس قول سے لاکھ بار توبہ۔ اور امکان کذب سے مراد کذب کا ممکن الوقوع ہونا ہے اس پر صاحب انوار کا اعتراض ہے۔

اور جامع براہین اس کا ثبوت دیتے ہیں اور کذب کو فرع خلف وعید کے قرار دیتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اشاعرہ خلف وعید کو ممکن الوقوع اور جائز الوقوع مانتے ہیں، اس واسطے کہ وہ مجرم کی سزا عفو کرنے کو جود وکرم کہتے ہیں، اور یہ دونوں صفتیں خدائے تعالی میں موجود ہیں، سب اس کو جواد وکریم کہتے ہیں پس جامع براہین نے کذب باری کا ممکن الوقوع ہونا ثابت کر دیا اور جھوٹ ایسی بری چیز ہے کہ اگر کوئی جامع براہین کو جھوٹا اور کذاب کہدے تو یقین ہے کہ طیش کھا کر لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں افسوس ایسی معیوب چیز اس رب الارباب کی طرف منسوب کریں اور ممکن الوقوع ہونے کا ثبوت دیں ''ویجعلون للہ ما یکرھون'' اور ثابت کرتے ہیں اللہ کے واسطے وہ جو اپنے لیے نہیں پسند کرتے اور فتاوی عالمگیری میں ہے:

یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او نسبہ الی الجھل او العجز او النقص

یعنی کافر ہو جاتا ہے، آدمی جب وصف کرے اللہ تعالی کو ساتھ ایسی چیز کے کہ اس کے لائق نہیں یا نسبت کرے اس کو طرف جہل وعاجزی اور نقصان کے اور ظاہر ہے کہ جھوٹ بہت نقصان کی بات ہے۔ چناں چہ عنقریب روایات علماے دین ہم پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالی۔

تیسری خطا: صاحب انوار نے یہ مجملا لکھا تھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری تعالی عز اسمہ کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے، اور یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ اس گروہ خاص دیوبندی یا گنگوہی یا انبیٹھوی کا یہ مذہب ہے۔

پس ان کو بھی یہ چاہیے تھا کہ وہ بھی چپ کے رہتے، لیکن کس طرح ہوتا بقول شخصے چور کی داڑھی میں تنکا خود بخود بول اٹھے کہ واہ صاحب اس مسئلہ میں تو متقدمین سے اختلاف چلا آتا ہے اب سمجھدار آدمی سمجھ گئے کہ بیشک اس کا یہی مذہب ہوگا ورنہ اگر یہ تصدیق جناب باری میں صاحب انوار کے ہم مشرب ہوتے تو اس مسئلہ میں ذرا چوں وچراں نہ کرتے، اور دوسری دلیل ان کی، عقیدۂ امکان کذب کی یہ بھی ہے کہ آپ نے درباب حقہ وسماع نفیاً واثباتاً کچھ گفتگو نہیں فرمائی حالاں کہ صاحب انوار نے اس کو بہت بسط سے لکھا تھا آپ اس سے اعراض کلی فرما کر شروع صفحہ ۶۰ میں لکھتے ہیں کہ کلام حقہ اور سماع میں خارج از مبحث ہے، مع ہذا اپنے مشرب کے بھی یہ تحریر خلاف ہے انتہی۔

پس معلوم ہوا کہ امکان کذب میں جو اس جگہ گفتگو فرمائی ہے نہ یہ ان کے نزدیک خارج از مبحث ہے اور نہ ان کے مشرب کے خلاف ہے۔ استغفر اللہ

☆☆☆☆☆

مولوی رشید احمد کا اعتقاد دو حال سے خالی نہیں:

عنوان فائدہ: مولوی رشید احمد صاحب کا اعتقاد، دو حال سے خالی نہیں، اگر وہ امکان وقوع کذب باری کے قائل ہیں جس طرح اشاعرہ وقوع مغفرت بعض معاصی کے قائل ہیں اس صورت میں ان پر یہ الزام ہے کہ آپ نے یہ عقیدہ کیوں ٹھہرایا ،یہ اعتقاد مخالف جمیع فرق اسلامیہ ومنافی جمیع ارباب عقول ہے، چناں چہ عنقریب آتا ہے۔اور اگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ کذب باری محال ہے تو اس میں کئی الزام ہیں:

اول: یہ کہ اس کو فرع خلف وعید کیوں قرار دیا، حالانکہ جو معنی خلف وعید کے علماء نے کیے ہیں، وہ ممکن الوقوع ہیں نہ محال۔

دوسرا الزام: یہ کہ جب امکان کذب باری تمہارے نزدیک بھی باطل تھا تو صاحب انوار سے تم نے کیوں مجادلہ کیا ،دیدہ ودانستہ ناحق زبان زوری کرنے دین ودیانت کے خلاف ہے بلکہ حرام ہے درمختار میں ہے کہ مناظرہ واسطے اظہار علم اپنے اور مغلوب کرنے کسی مسلمان کے اور اس لیے کہ وہ مناظرہ کرنے والا لوگوں میں از روے طلاقت لسانی مقبول ہو حرام ہے۔

تیسرا الزام: یہ کہ امکان کذب کو تم حق نہیں سمجھتے تو جو لوگ اس کے قائل ہیں تم ان کے طرفدار کیوں ہوئے قرآن شریف میں جو آیت ہے: ولا تکن للخائنین خصیما اس سے سمجھا جاتا ہے کہ ناحق بات کا طرفدار ہونا حرام ہے۔

چوتھا الزام: یہ ہوا کہ یہ گفتگو تم نے صاحب انوار کے مجادلہ وخواہی نخواہی اعتراض کرنے کو لکھی ہے کہ کچھ نہ کچھ تردید انکے قول کی حق یا ناحق کردینی ضرور ہے،اور نفس الامر میں تمہارا یہ اعتقاد نہیں تو تمہارے سارے براہین قاطعہ کا اعتبار اٹھ گیا معلوم ہوا کہ تم سب جگہ ایسا ہی کرتے ہو گے کہ اعتقاد کچھ ہے، اور بظاہر گفتگو اپنے دشمن سے بمقتضائے عناد کچھ ہے معاذ اللہ منہا۔ اور ظاہر تر یہی ہے کہ امکان کذب باری انکا مشرب ہے، اس لیے کہ جو چیز مثل صاحب انوار کے ان کے مشرب کے بھی خلاف تھی اس میں انہوں نے گفتگو نہ کی، چناں چہ حقہ وسماع کی بابت خاص انکا اقرار نقل کیا گیا ہے اور اسکے سوا اور بھی مقامات ہیں کہ ناظرین براہین وانوار انکو بعد مطالعہ نکال سکتے ہیں کہ جو بات ان کے بھی مخالف ہے اس کو رد نہیں کیا۔

چوتھی خطا یہ ہے کہ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اللہ اکبر علماء میں اسقدر عناد کہ اگر ایک خدا کو سچا کہتا ہے تو دوسرا عالم اسکی دشمنی سے خدا میں کذب کی شاخیں نکالتا ہے، یہ کیا ضرور ہے کہ اگر دشمن خدا کو ایک کہے تو اس کی دشمنی سے خدا کو دو کہنے لگے کہ قدما میں اختلاف ہوا ہے، بعض اہل مذہب دو خدا کے قائل ہوئے ہیں، ایک یزدان، دوسرا اہرمن، پس جامع براہین نے گفتگو

ایسی کیوں کی جس سے خود مطعون بن گیا۔

غیر مذہب والوں کے ہاتھ میں اوزار مسلمانوں کے ہاتھ میں دیا:

پانچویں خطا: یہ کہ غیر مذہبوں کے ہاتھ میں ایک عمدہ اوزار مسلمانوں سے لڑنے کے لیے دے دیا کہ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا وہ مذہب ہے کہ اس میں ابھی تک صادق ہونا خدا کا یقینی بالاتفاق نہیں ہے بلکہ کذب کو ممکن الوقوع مانتے ہیں، غیر مذہب والے کیا جانے کہ جامع براہین کون آدمی ہے؟ غیر معتبر یا معتبر، وہ تو یہی جانتے ہیں کہ ایک مسلمان کا لکھا ہوا اقرار موجود ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چھٹی خطا: یہ کہ مختلف فیہ بیان کرنے امکان کذب سے کفار کو ایمان لانے سے شک میں ڈال دیا کیوں کہ وہ یا بہ امید تنعیم جنت و دیدار الٰہی جل شانہ یا دوزخ کے خوف سے ایمان لاتے ہیں، اس میں امکان کذب سے متردد ہو گئے، کہ معلوم نہیں یہ امور واقع ہوں یا نہ ہوں، پھر کیا ضرور کہ اِدھر اپنے قبائل وعشائر سے مہجور و منقطع ہوں اور نظروں میں ان کی ذلیل وخوار وحقیر ومردود ٹھہریں، اُدھر خدائے تعالی بقاعدہ امکان کذب جنت میں نہ داخل کرے تو دونوں جہاں سے گئے گذرے، نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے۔

ساتویں خطا: آپ فرماتے ہیں امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے۔

اقول: یہ کیا ضرور ہے کہ جدید بات پر ہی تعجب ہوا کرے دیکھو رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کئی ہزار برس پہلے سے یہ بات ہوتی آتی ہے کہ حضرت نوح وغیرہ انبیاء علیہم السلام سے کفار مسخرہ پن کرتے رہے جب ان کو کلام الٰہی سنایا جاتا وہ نہ مانتے ایمان نہ لاتے، باوجودیکہ یہ باتیں جدید نہ تھیں، لیکن جب مشرکین عرب سے بھی یہ باتیں ظاہر ہوئیں تو حضرت فخر عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) تعجب فرمانے لگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی بل عجبت وھم یسخرون واذا ذکروا لا یذکرون.

یعنی تو تعجب کرتا ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ یہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور اپنی قبائح نہیں چھوڑتے اور کفار کا یہ حال کہ وہ تمسخر کرتے ہیں جب ان کو نصیحت سنائی جاتی ہے نہیں سنتے اور نہیں مانتے، اور اسی طرح دوسری جگہ قرآن شریف میں خدائے تعالی نے فرمایا: وان تعجب فعجب قولھم۔

الحاصل: تعجب کے لیے امر جدید ہونا شرط نہیں جو مقتضائے عقل سلیم کے خلاف بات ہوگی وہی موجب تعجب ہوگی، بناء علیہ تعجب صاحب انوار کا مبنی عقل سلیم پر ہے نہ لاعلمی پر۔

آٹھویں خطا: آپ لکھتے ہیں بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے۔

اقول: اس پر دو مواخذہ ہیں ایک یہ کہ خود جامع براہین صفحہ ۸۵ صفحہ ۵ میں لکھتا ہے غیر معتبر کتب قرون سابقہ میں بھی تھیں انتہی۔ یہ تماشہ دیکھیے قرون سابقہ کی کتابوں کو آپ اپنے منہ سے غیر معتبر فرماتے ہیں۔ پھر اگر صاحب انوار بعض قدما کے کسی قول غیر صحیح پر اعتراض کریں یا صرف تعجب ظاہر کریں تو کیوں موجب نکوہش (سرزنش) وملامت ہوتے ہیں یہ محض عناد قلبی ہے اگر فی الواقع امکان کذب پر طعن وتعجب کرنا مشائخ سابقین پر طعن ہے اور لاعلمی ہے، تو خود مولوی رشید احمد گنگوہی نے رسالہ ''جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد'' کی تصحیح جو بداعتقادی وبداعمالی غیر مقلدین کی بیان میں اور ان پر طعن کرنے کے بارے میں ہی تالیف ہوا ہے، سب سے پہلے ان کے عقائد باطلہ میں سے اس میں ایک یہ عقیدہ ان کا بیان کیا گیا ہے کہ (وہ خدائے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن کہتے ہیں) کیوں دستخط کردیا اور امکان کذب کے عقیدۂ باطلہ ہونے کا انکار نہ کیا اور امکان کذب باری پر طعن کرنا قبول کرلیا جو وقت بیان کے بدون وجود مانع کے بیان نہ کرنے سے واضح ہے۔

اب جو اعتراض صاحب انوار پر کرتے ہیں وہی مولوی رشید احمد گنگوہی پر وارد ہے، اس سے واضح ہے کہ اس محل میں صرف عناد اس کا باعث ہے کہ صاحب انور پر طعن وسرزنش کرتے ہیں اور لاعلمی بتاتے ہیں کما لا یخفیٰ۔

دوسرا مواخذہ: یہ ہے کہ جاہلوں کے ڈرانے کو لفظ قدما کے لکھ دیا نام قدما کا نہ بیان کیے کہ وہ کون ہیں؟ صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین یا ائمۂ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور کس طرح ان کا نام لکھ دیتے ان میں سے کوئی بنسبت جناب باری عز اسمہ کی امکان کذب کا قائل نہیں ہوا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

دعوی امکان کذب کا کیا دلیل خلف وعید کی لائی:

نویں خطا: آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟ چناں چہ ردالمحتار میں:

هل یجوز الخلف فی الوعید فظاهر مافی المواقف والمقاصد الخ.

اقول: افسوس لوگوں سے انصاف کیسا؟ یہ آئے ٹھگنے والے دعویٰ آپ نے امکان کذب کا دعوی کیا تھا، اور دلیل خلف وعید کی لائے، ردالمحتار کی عبارت میں یہ چالاکی کی کہ آخر کی عبارت جس سے صراحۃ واضح ہے کہ محققین اشاعرہ نے تصریح کی ہے کہ محققین کے نزدیک خلف وعید جائز نہیں ہے، اور صحیح عدم جواز ہے واسطے محال ہونے کے بنسبت خدائے تعالیٰ کے، چناں چہ پوری

عبارت ردالمحتار کی یہ ہے:

ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لا یعد نقصا بل کرما وجودا وصرح تفتا زانی وغیرہ بان المحققین علی عدم جوازہ .وصرح النسفی بانہ الصحیح لاستحالتہ علیہ تعالی لقولہ تعالی .وقد قدمت الیکم بالوعید مایبدل القول لدی .وقولہ تعالی ”ولن یخلف اللہ وعدہ “ای وعیدہ وانما یمدح بہ العبادی خاصۃ انتھی. بقدر الحاجۃ.

اس سے واضح ہے کہ علامہ تفتازانی جواشاعرہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ محققین عدم جواز خلف وعید پر ہیں، اور نسفی نے اسی عدم جواز خلف وعید کو بسبب محال ہونے کے خدائے تعالیٰ کے حق میں صحیح کہا ہے، اور اس عدم جواز خلف وعید کا آیات قرآنیہ سے محققین نے ثابت ہونا بیان کیا ہے۔

اس عبارت میں پس عدم جواز خلف بدلیل قرآن محققین کے نزدیک ثابت ہے، اور یہی صحیح ہے اور مخالف اس کا یعنی جواز خلف وعید غیر محققین کے نزدیک ہے، اور مخالف صحیح کا ضعیف ہے اور بلا دلیل ہے اور قول بلا دلیل خلاف ہوتا ہے نہ اختلاف، چناں چہ درمختار میں ہے:

والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا خلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی انتھی.

یہ تفرقہ عرفیہ ہے ورنہ قول بلا دلیل کو بھی اختلاف کہہ دیتے ہیں اور اس محل میں جو جامع براہین خلف وعید میں قدما کا اختلاف بتاتے ہیں بظاہر مراد یہی معلوم ہوتی ہے کہ اختلاف عرفی ہے جو مبنی دلیل پر ہوتا ہے اور اس کے اثبات میں عبارت ردالمحتار کو حجت بنانا خطاء ظاہر ہے کیوں کہ اس عبارت کا خلف وعید کے جواز پر دلیل ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے، بلکہ عدم جواز پر دلیل ہونا ثابت ہے، پس اختلاف ثابت نہ ہوا اور خلاف جو بلا دلیل ہے اور غیر صحیح ہے وہ ان کو مفید وہم کو مضر نہیں ہے، اس عبارت ردالمحتار کے بعد علامہ شامی ان لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں جو حق مومنین میں خلف وعید کو عقلا جائز کہتے ہیں کہ نصوص صریحہ سے جو ثابت ہو گیا یعنی عدم جواز خلف وعید اس کا عدم شرعا جائز نہیں ہے، اور اس پر کہ امر ضروری ہے نفوذ وعید پر ایک طائفہ عصاۃ کے حق میں ناقلا عن النووی وغیرہ انعقاد الاجماع، چنانچہ ان کی پوری عبارت یہ ہے:

وحاصلہ ان ما دل من النصوص علی عدم جواز خلف الوعید مخصوص بغیر المومنین اما فی المؤمنین فھو جائز عقلا فیجوز الدعاء بشمول المغفرۃ لھم وانکان غیر واقع للنصوص الصحیحۃ

المصرحة بانه لا بد من تعذيب طائفة منهم وجواز الدعاء يبتنى على الجواز عقلا لكن يرد عليه ان ما ثبت بالنصوص الصريحة لا يجوز عدمه شرعا وقد نقل اللقانى عن الابى والنووى انعقاد الاجماع على انه لا بد من نفوذ الوعيد فى طائفة من العصاة واذا كان كذالك يكون الدعاء به مثل قولنا اللهم لا توجب علينا الصوم والصلوة وايضا يلزم منه جواز الدعاء بالمغفرة لمن مات كافرا ايضا الا ان يقال انماجاز الدعاء للمومنين بذلك اظهار الفرط الشفقة على اخوانه بخلاف الكافرين وبخلاف لا توجب علينا الصوم فهو يقبح لقبح الدعاء لا عداء الله تعالى ورسوله ﷺ واظهار التفجر من الطاعة فيكون عاصيا بذلك لا كافرا على ما اختارهُ فى البحر وقال انه الحق وتبعه الشارح لكنه مبنى على جواز العفو عن الشرك عقلا وعليه يبتنى القول بجواز الخلف فى الوعيد وقد علمت ان الصحيح خلافه فالدعاء به كفر لعدم جوازه عقلا ولا شرعا لتكذيبه النصوص القطعية بخلاف الدعاء للمومنين كما علمت انتهى.

کتاب عمدہ میں ہے تخلید مومنین نار میں عقلاً وشرعاً حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے:

اس کا حاصل یہ ہے کہ جونصوص خلف وعید کے عدم جواز پر دال ہیں وہ غیر مسلمین کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن مومنین کے حق میں تو وہ عقلاً جائز ہے۔لہذا مغفرت میں شمول کی دعا مومنین کے لیے جائز ہے اگرچہ واقع نہ ہوان نصوص صحیحہ صریحہ کے باعث جس میں اس کا اثبات ہے کہ مومنین کے ایک گروہ کی تعذیب ضروری ہے۔

اور دعائے مغفرت کا جواز جواز عقلی پر مبنی ہے لیکن اس پر اعتراض یہ ہے جونصوص صحیحہ صریحہ سے ثابت ہو، شرعاً اس کا عدم جائز نہیں ہے، چناں چہ لقانی نے ابی اور نووی سے اس امر پر اجماع ہونا بیان کیا ہے، کہ وعید کا نفاذ گنہگاروں کے ایک گروہ میں ضروری ہے، اور جب ایسا ہے تو ان کے لیے دعا اسی طرح ہے جیسے کوئی دعا کرے اللهم لا توجب علينا الصوم والصلوة یعنی اے اللہ ہم پر نماز روزہ فرض نہ کر، نیز اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ جو کفر کی حالت میں مرگئے ہیں ان کے لیے دعاے مغفرت جائز ہو، لیکن اعتراض مذکور کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ مومنین کے لیے دعاے مغفرت کا جواز ہے، اپنے بھائیوں پر وفور شفقت کے اظہار کے لیے ہے بخلاف کفار اور بخلاف اللهم لا توجب علينا الصوم والصلوة کیوں کہ خدا اور سول کے دشمنوں کے لیے دعا قبیح ہے، یوں ہی طاعت سے تنگ دلی کا اظہار بھی قبیح ہے، تو اس کے سبب وہ گنہگار ہوگا کافر نہیں ہوگا۔

اسی کو صاحب بحر نے بحر میں اختیار کیا اور یہ کہا ہے کہ یہی حق ہے، اور شارح نے ان ہی کی پیروی کی ہے لیکن یہ موقوف ہے عقلا عفو شرک کے جواز پر اور اسی پر خلف وعید کے جواز کا قول موقوف ہے، حالاں کہ تم جان چکے کہ صحیح اس کے خلاف ہے، لہذا عفو کافر کی دعا کفر ہوگا، کیوں کہ وہ نہ عقلا جائز ہے نہ شرعا، کیوں کہ اس سے نصوص قطعیہ کی تکذیب ہوتی ہے، بخلاف مومنین کے لیے دعا کے جیسا کہ معلوم ہو چکا) اس سے جو ہم نے بیان کیا تھا وہ بھی ثابت ہے اور عدم جواز خلف وعید عقلاً وشرعاً حق کافر میں ثابت ہے مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ حق مومنین کا قائل ہونا جود و کرم ہونے کے سبب سے باطل ہے، اس لیے کہ یہ کرم وجود خلف وعید حق کافرین میں بھی ہے، وہاں اس وجہ کی پائے جانے سے کیوں خلف وعید کا کوئی قائل نہیں ہوتا، اور عفو شرک شرعا یا عقلا کیوں کوئی جائز نہیں کہتا ہے، پس تخلف مدلول کا دلیل سے لازم آیا، یہ موجب بطلان دلیل ہے۔

پس جود و کرم کو دلیل خلف وعید فی حق المومنین قرار دینا باطل ہوا تو جواز خلف وعید حق المومنین میں بھی باطل ہوا بسبب بلا دلیل ہونے کے۔

قال الملا علی قاری فی المرقاۃ بعد ذکر الادلۃ النقلیۃ علی امتناع خلف الوعید ثم رأیت صاحب العمدۃ من الحنفیۃ قال تخلید المومنین فی النار والکافرین فی الجنۃ یجوز عقلا عند الاشاعرۃ الا ان السمع ورد بخلافہ فیمتنع وقوعہ لدلیل السمع وعندنا لا یجوز ای عقلا ایضا انتھی

(ملا علی قاری مرقاۃ میں خلف وعید کے محال ہونے پر دلائل نقلیہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے احناف میں سے صاحب ''عمدۃ'' کو دیکھا کہ انہوں نے کہا ہے کہ، مومنین کو ہمیشہ جہنم میں رکھنا اور کفار کو جنت میں ہمیشہ رکھنا اشاعرہ کے نزدیک عقلا جائز ہے مگر دلیل سمعی اس کے خلاف وارد ہے اس لئے اس کا وقوع محال ہے اور ہمارے یعنی ماتریدیہ حنفیہ کے نزدیک عقلا بھی جائز نہیں جس طرح شرعا جائز نہیں ہے)

وقال: صاحب مجمع البحار فی تکملتہ تحت لفظ وعد وفی وعدہ لہ عقابا فھو بالخیار ھذہ مسئلۃ مختلفۃ فیھا فمن مانع لانہ یمنع الا نزجار ویوجب الخلف ومنع بانہ لم یخص بہ انسانا معینا حتی یکون خلفا اذا عفا عنہ انتھی.

(اور صاحب مجمع البحار اپنے ''تکملہ'' میں لفظ ''وعد'' کے تحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جن کے لیے عقاب کا وعدہ کیا ہے اس میں وہ مختار ہے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ یہ برائیوں سے رکنے کے لیے مانع ہے نیز

خلف وعید کا موجب ہے لیکن اس پر یہ منع وارد ہوتا ہے کہ خدا نے کسی معین انسان کے لئے عقاب کا وعدہ نہیں کیا ہے یہاں تک اسے معاف کرنے پر خلف لازم آئے)

وقال عبد الحكيم فى حاشية على الخيالى لعل مراد ذلك بقولهم ان الخلف فى الوعيد كرم ان الكريم اذا اخبر بالوعيد فاللائق بحاله ومقتضى كرمه ان يبتنى اخباره على المشيته فجميع العمومات الواردة فى الوعيد متعلقة بالمشية وان لم يصرح بها زجرا للعاصين ومنعا لهم فلا يلزم الكذب والتبديل بخلاف وعد الكريم يجب ان يكون قطعيا لان جواز التخلف فيه لوم لا يليق بشانه فلا يجوز تعليقه بالمشية انتهى.

(اور ملا عبد الحکیم سیالکوی نے خیالی کے حاشیہ میں یہ کہا ہے کہ علما کے قول، ان الخلف فی الوعید کرم ان الکریم اذا اخبر الخ کی مراد یہ ہے کہ خدا نے عذاب کی جو خبر دی ہے وہ مشیت کے قید سے مقید ہے، لہذا وہ تمام عمومات جو وعید کے بارے میں وارد ہیں وہ مشیت سے متعلق ہیں، اگر چہ اس کی صراحت نہیں کی گئی ہے، گنہگاروں کے زجر و منع کے لئے لہذا خلف وعید سے کذب وتبدیل کلام لازم نہیں آئے گا، برخلاف کریم کے وعدہ کے کہ اس کا قطعی ہونا واجب ہے لہذا اس میں تخلف کا جواز عیب ہے جو اس کی شان کے خلاف ہے، پس اس کو مشیت پر معلق کرنا جائز نہیں ہے)

خلف وعید کے جواز کا باب کھولنا قرآن وکل شریعت پر طعن کی طرف مفضی ہے:

امام رازی تفسیر کبیر میں تحت ومن يقتل مومنا متعمدا کے "واحدی" کے رد میں کہ انہوں نے قول جواز خلف وعید بیان کیا تھا، فرماتے ہیں:

واما الوجه الثانى من الوجهين الذين اختارهما فهو فى غاية الفساد لان الوعيد قسم من اقسام خبر فاذا جوز على الله الخلف فيه فقد جوز الكذب على الله وهذا خطاء عظيم بل يقرب من ان يكون كفرا فان العقلاء اجمع على انه تعالى منزه عن الكذب ولانه اذا جوزت كذب على الله فى الوعيد لاجل ما قال :ان الخلف فى الوعيد كرم فلم لا يجوز الخلف ايضافى وعيد الكفار وايضا فاذا جاز الخلف فى الوعيد لغرض الكرم فلم لا يجوز الخلف فى القصص والاخبارى لغرض المصلحة ومعلوم ان فتح هذا الباب يفضى الى الطعن فى القرآن وكل الشريعة انتهى.

اس سے بھی واضح ہے کہ خلف وعید کو جائز کہنا نہایت فساد کی بات ہے، اس سے جواز کذب لازم آئے گا اور یہ خطاء عظیم ہے بلکہ قریب کفر ہے، اس لیے کہ تمام عقلا نے اتفاق کیا ہے کہ جناب باری کذب سے منزہ ہے، اگر کرم وجود ہونا اس جواز کی وجہ ہے تو وعید کفار میں بھی خلف اس وجہ سے جائز ہونا چاہئے کہ وہاں کیوں جائز نہیں ہے؟ اور خلف فی الوعید کرم وجود ہونے کے سبب سے جائز ہے تو قصص واخبار میں بھی خلف بغرض مصلحت جائز کہنا چاہیے۔

پس معلوم ہوا کہ اس کا دروازہ کھولنا مفضی ہے، طرف طعن فی القرآن وکل شریعت کی اس بیان ردمحتار وتفسیر کبیر سے واضح ہے کہ خلف وعید کے جواز کا قول نہایت ہی ضعیف ومرجوح وبلا دلیل ہے

اور امام رازی باوجود کہ اشاعرہ میں سے ہیں، وہ قریب کفر نہایت فساد وخطاء عظیم اس میں لازم آنا اور طعن شریعت پر، اور قرآن پر ہونا اس سے فرماتے ہیں اور جناب باری کی تنزیہ پر کذب سے اجماع عقلاء کا ہونا ثابت کرتے ہیں، پس امکان کذب باری میں اختلاف نہ ہونا بھی ظاہر ہوگیا، اور امکان کذب کا مسئلہ جدید ہونا بھی واضح ہوگیا، اور جب لزوم جواز کذب باری قریب کفر کے ہوا تو التزام جواز وامکان کذب باری بالبداھۃ کفر ہوا، ایسے خطاء فاحش سے خدائے تعالی مسلمانوں کو بچائے۔

اور خلف وعید کے مجوزین کہ وہ غیر محققین ہیں اور قول ان کا برہان شرعی وعقلی پر نہیں ہے ان کے قول کا ذکر جامع براہین نے اگر اس غرض سے کیا ہے، کہ وہ امکان کذب باری تعالی کے بھی قائل ہیں تو یہ سراسر غلط وافتراء ان پر ہے۔ کوئی ان میں سے امکان کذب باری کا قائل نہیں ہے، اور کسی کتاب میں یہ مصرح نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی اس کا قائل ہوا ہے بلکہ خلاف اس کا مفہوم ومعلوم ہے کتب سے۔

چناں چہ اب ہی قول امام رازی علیہ الرحمۃ سے جب اتفاق عقلا کا تنزیہ باری تعالی عن الکذب پر ثابت ہوا تو ظاہر ہوگیا کہ عقلاء میں سے کوئی بھی امکان کذب کا قائل نہیں ہے اور قائلین خلف وعید بھی اس میں داخل ہیں، پس ان کے نزدیک بھی کذب باری جائز نہیں ہے، اور عبارت آتیہ سے بھی یہ واضح ہے اور اگر وہ امکان کذب کے قائل ہوتے تو جب ان پر یہ اعتراض کیا جاتا کہ جواز خلف وعید سے کذب باری لازم آئے گا تو فقط اس قدر کہہ دینا ان کو کافی ہوتا کہ ہمارے نزدیک یہ لازم ہے یعنی امکان کذب باری تعالی باطل نہیں ہے، بلکہ جائز ہے، اور اس لازم یعنی امکان کذب کے دفع کے واسطے جوابات متعددہ نہ دیتے اور حالاں کہ وہ واسطے دفع لزوم کذب کے جوابات متعددہ دیتے ہیں کہ بقرینۂ اقتضاء کرم اخبار میں شرط مشیت مقدر ہے اگر چہ اس کی تصریح نہ کی ہو اور وہ آیات واحادیث جن میں تصریح مشیت کی ہے قرینہ اس تقدیر کا ہوسکتی ہے، دوسرا جواب یہ دیتے ہیں لزوم کذب رفع کرنے کے

واسطے کہ اخبار وعید سے مراد استحقاق عذاب ہے نہ وقوع بالفعل یا مراد ان اخبار سے انشاء ہے اگر چہ صورت میں اخبار ہے۔

چناں چہ شیخ عبدالحق دہلوی نے تکمیل الایمان میں بھی اس کی تصریح کردی ہے پوری عبارت ان کی یہ ہے: حاصل کلام

''آں آمد کہ آدمیان دو قسم اند مومن و کافر، و مومن دو قسم است، مطیع و عاصی، و عاصی نیز دو قسم بود تائب و غیر تائب و کافر مخلد است در نار اجماعا و مطیع و تائب مخلد اند در جنت باتفاق و عاصی وغیر تائب در مشیت پرور دگار تعالی است اگر خواہد بقدر معصیت عذابش کند و بدوزخ فرستد و بعدش اخراج کند و بہشتش در آرد و اگر خواہد عفوش کند بشفاعت یا بلی شفاعت، و بسابقہ عذاب بہشتش فرستد ''یعذب من یشاء ویغفر لمن یشاء'' ایں بود و احادیث در باب عفو و مغفرت گنہگاران بسیار است یک حدیث آں بود کہ در باب سوال ذکر کردیم و نزدیک بآں ایں است کہ اللہ تعالی بندہ را در حضرتش استادہ کند و اور ابر نامۂ اعمالش واقف گرداند پس چوں بیند کہ در آں جز سیئات چیزے نیست و بر پشت نامہ کہ بجانب خلائق بود ہمہ حسنات نوشتہ تا دگراں از وے جز و حرف حسنات نہ خوانند و سیئاتش از اغیار مستور ماند پس بفرمائید وے سبحانہ تعالی کہ اے بندہ من در دنیا گناہا ترا پوشیدہ بودم و امروز امرزیدم دیگر در بہشت در آئی تا ابد جائے تو آنست و ایں ہمہ بحکم او است تعالی عقل را در ایں جا مدخلا نیست کہ گوید چرا کفر را نجشند و چرکہ یکے را بجشند و دیگر را بگیرد یفعل اللہ من یشاء ویحکم ما یرید. پس ظاہر شد کہ حکم او چناں است کہ در وعدہ خلاف نرود، و در وعید تو آں تواند کہ خلاف کند ایں محض کرم او ست عادت کریماں ایں است اگر وعدہ انعام و احسان کند البتہ وفا کند کہ'' الکریم اذا وعد وفا ''و اگر قہر و عذاب بترساند بوجود نیارد و بعضے بریں اند کہ خلاف و وعدہ و وعید قطعا نہ مزدور و الا کذب اخبار لازم آید تعالی عن ذلک ۔ جوابش آں است کہ بقرینہ اقتضائے کرم در اخبار وعید شرط مشیت مقدر بود گرچہ تصریح بدانکرد باشد و خبر وعدہ حتما مقتضیا باشد و آیات و احادیث کہ در ایں جا تصریح بمشیت وقوع یافتہ است نیز قرینہ آں تواند بود یا خود مراد از اخبار وعید استحقاق عذاب است نہ وقوع یا بفعل یا مراد بداں انشائے وعید نہ حقیقت اخبار پس کذب و تبدیل لازم نیاید فَافْهَمْ واللہ اعلم انتہی۔

اس سے واضح ولائح ہے کہ قائلین خلف وعید امکان کذب باری تعالی کو قبول نہیں کرتے ہیں، پس مجوزین خلف وعید کے حق میں یہ گمان کرنا کہ وہ امکان کذب باری تعالی کے قائل و منتظم ہیں، سراسر ان پر افتراء ہے، اور ان کے قول سے کسی تقدیر پر امکان کذب لازم آجائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ اس کے قائل ہیں، یہ گمان تو کوئی ادنی عقل والا بھی نہیں کرسکتا ہے، پس خلاف ہونے سے جواز خلف وعید میں خلاف ہونا امکان کذب میں جو گمان جامع براہین کا ہے ثابت نہ ہوا، اور کیوں کر کوئی اہل اسلام و اہل عقل و فہم خدائے تعالی کے حق میں امکان کذب کا گمان کرسکتا ہے آیۃ ومن اصدق من اللہ حدیثا سے خدائے تعالی کے واسطے صفت صادق و سچی ہونے کی ثابت ہے اور بمقتضائے عقائد اہل اسلام و اہل فہم۔

صفات الذات والافعال طرا

قديمات مصونات الزوال

تمام صفات ذاتیہ وافعال خدائے تعالی کے قدیمہ ہیں، اور عدم وزوال ان کا محال ہے، چنانچہ قضیہ مقبولہ ہے ما ثبت قدمه استحال عدمه . پس زوال صدق خدائے تعالی کا بسبب قدیم ہونے کے ممتنع محال اور بقاء وجود اس کا واجب وضرور ہوا، اور کذب صدق کی ضد ہے اور ثبوت وجود ایک ضد کا مستلزم ہے رفع وزوال دوسری ضد کو لان اجتماع النقیضین و الضدین محال اور امکان ایک نقیض کا موجب رفع وضرورت کو دوسرے نقیض سے ہے، مثلا رفع حیوان کا انسان سے ممکن ہوگا تو ثبوت حیوان انسان کے واسطے ضروری نہ ہوگا اور زوال ورفع حیوان کا انسان سے جائز ہوگا، پس اگر کذب کا وجود ممکن ہوگا جناب باری تعالی میں تو صدق باری تعالی کا ضروری نہ ہونا لازم آئے گا، اور صدق کے زوال ورفع کا امکان ثابت ہوگا اور جس کا زوال ورفع ممکن ہوتو وہ قدیم نہیں، پس صدق قدیم نہ ہوگا وھذا خلف۔

اور یہ استحالہ امکان وجود کذب باری تعالی سے لازم آیا اور مستلزم محال کو محال ہوتا ہے پس کذب محال ہوا نہ کہ۔ اور امکان کذب باری کی تقدیر پر جب صدق کا زوال ورفع جائز وممکن ہوا تو صفت صدق خدائے تعالی کی قدیمی نہ ہوئی، اور صدق کا قیام بالفعل خدائے تعالی کے ساتھ جامع براہین بھی بسبب اظہار ایمان کے ساتھ خدائے تعالی کے اور ساتھ آیت اس کی کہ ان میں سے آیات من اصدق بھی ہے ماننا ہی ہوگا، اور تقدیر مذکورہ پر صدق باری قدیم نہ ہوا تو حادث ہوگا پس قیام حادث کا ساتھ خدائے تعالی کے لازم آئے گا۔ "ھو تعالی عن ذلك" اور محل حوادث منافی الوہیت کے ہے۔

چناں چہ کتب عقائد بھی اس سے مملو ومشحون ہیں پس خدا خدا نہ رہا، "نعوذ باللہ من ذلك" اور اس ورطہ (تاریک بھنور) ظلماء میں گرنا کذب باری کے امکان سے لازم آیا پس استحالہ اس کا ثابت ہے اور اگر کذب باری ممکن وتحت قدرت ہوگا تو تحت قدرت ہونے کے سبب سے خدائے تعالی اس کے ساتھ یعنی کذب کے ساتھ ازلا وابدا متصف ہوگا اس لیے کہ جس چیز پر اس کی قدرت ہے اس کے ساتھ وہ ازلا وابدا متصف ہے۔

چناں چہ خدائے تعالی قبل خلق واحداث مخلوق کے خالق تھا حقیقۃً اور قبل مربوب کے وہ رب تھا، اور اس کے لیے ربوبیت ثابت تھی اور اس طرح قبل احیاء موتی وہ محی ہے حقیقۃً بسبب ثبوت قدرت کے ان امور پر۔

قالملا علی فی شرح فقه اکبر ناقلا عن الطحاوی وابن همام رحمهما الله تعالی کماقال الله تعالی

بصفاته ازليا كذلك لا عليها ابدا يا ليس بخلق الخلق استفاد اسم الخالق و لا باحداثه البرية استفاد اسم باری بل لہ معنی الربوبیة ولا مربوبٌ ومعنی الخالقیته ولا مخلوق کما ان محی الموتی استحق هذا الاسم قبل احیاهم كذا استحق اسم الخالق قبل انشاهم ذلك بانه على كل شئی قدیر انتهی.

فقوله ذلك بانه على كل شئی قدیر تعلیل وبیان لاستحقاق اسم الخالق قبل المخلوق فافاد ان معنی الخالق قبل الخلق والاستحقاق اسم الخالق بسبب قیام قدرته تعالی على الخلق واسم الخالق ازلی ولا مخلوق فی الازل لمن له قدرة الخلق فی الازل وهذا ما یقوله الاشاعره انتهی .

وفی ذلك الكتاب وقد كان الله تعالى متكلما ای فی الازل ولم یکن تکلم موسی ای والحال انه لم یکن تکلم موسی بل ولا خلق اصل موسی وعیسی وقد كان الله تعالى خالقا قبل خلق الخلق وفی نسخة وكان الله خالقنا قبل ان یخلق الخلق حقیقة بمعنی ان هذا النعت فیه محقق ولا مجاز الی ان قال.

وایضا فرق واضح وبون لائح بین من هو قادر على الكتابة الا انه یوخرها الی وقت الارادة بین الكاتب بالقوة حیث انه عاجز فی الحالة الراهنة وتحت الاحتمال فی الازمنة الآتیة انتهی .

(جس طرح اللہ تعالی اپنے صفات کے ساتھ ازلی ہے اسی طرح وہ ہمیشہ کے لیے علیم ابدی ہے، اس کے لیے مخلوق کے پیدا کرنے کے سبب اسم خالق ثابت نہیں ہوا ہے اور نہ ہی ہے، بریہ یعنی مخلوق کی ایجاد سے اسے صفت باری حاصل ہوئی ہے، بلکہ اس کے لئے معنی ربوبیت ثابت ہے اگر چہ کوئی مربوب نہ ہو یوں ہی معنئ خالقیت ثابت ہے اگر چہ کوئی مخلوق نہ ہو جس طرح سے محی الموتی یعنی مردہ زندہ کرنے والا قبل زندہ کرنے کے اسم محی کا مستحق ہے اسی طرح وہ اسم خالق کا مستحق ہے مخلوق کی ایجاد سے قبل اسکی علت یہ ہے کہ وہ ہر شئی پر قادر ہے۔

توان الله على كل شئی قدیر استحقاق اسم خالق کی تعلیل اور بیان ہے تو کلام مذکور کا مفاد یہ ہوا کہ خلق کرنے سے خالق کا معنی ہے، اسم خالق کا استحقاق خلق پر قیام قدرت کے سبب ہے، اور اسم خالق ازلی ہے جبکہ ازل میں کوئی مخلوق نہیں چوں کہ خلق پر قدرت ہے اس لئے وہ خالق ہے یہ اشاعرہ کا قول ہے۔

مزید ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالی ازل میں متکلم تھا جبکہ حضرت موسی سے کلام نہیں کیا تھا بلکہ حضرت موسی علیہ السلام کو پیدا بھی نہیں کیا تھا اور اللہ تعالی خالق تھا جب کہ اس نے ہم سب کو پیدا نہیں کیا تھا، اور اس کا خالق ہونا حقیقۃً تھا اس لحاظ سے کہ یہ صفت اس میں ثابت تھی نہ کہ محال

۔اس پر آگے عبارت ہے'' کہ جو کتابت پر قادر ہو اور وقت ارادۂ کتابت تک موخر کرے اور جو کاتب بالقوۃ ہے دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے کیوں کہ کاتب بالقوۃ موجودہ حالات میں عاجز ہے اور مستقبل میں محتمل ہے۔)

نقل اقوال علما در بارہ امتناع کذب باری تعالیٰ:

مختصراس سے واضح ہے کہ جو تحت قدرت ہے اس کے ساتھ خدائے تعالی ازلا وابدا متصف ہے حقیقۃً نہ مجازاً، پس کذب پر اس کی قدرت ہوگی تو ازلا وابدا حقیقۃً اس کذب کے ساتھ خدائے تعالی متصف ہوگا ''نعوذ بالله من ذلك '' خدائے تعالی کاذب بالفعل ہوگا اور کذب کا نقص وعیب ہونا بدیہی ہے، پس قیام نقص وعیب ساتھ خدائے تعالی کے لازم آئے گا، اور رفع صدق کا بھی لازم آئے گا لاستحالۃ اجتماع نقیضین اور یہ خلاف عقل ونقل کے ہے، پس امکان کذب باری تعالی باطل ہے، اور استحالۂ کذب مذکور ثابت ہے، اور یہ کوئی اہل عقل وفہم نہیں کہہ سکتا ہے کہ خدائے تعالی میں صفت کذب بالفعل تو موجود نہیں ہے زمانۂ آئندہ میں خدائے تعالی چاہے تو آسکتی ہے کہ اس کے کہنے سے یہ ثابت ہوگا کہ خدائے تعالی کے واسطے کوئی صفت منتظرہ وحالت متاخرہ بھی ہے، جو آگے کو آجائے گی اور حالاں کہ ایسی صفت خدائے تعالی کے واسطے ہونا جائز وممکن نہیں ہے، کتب حکمت تو اس سے مملو ہی ہے کتب عقائد میں بھی موجود ہے کہ کوئی حالت وصفت منتظرہ ومتاخرہ خدائے تعالی کے واسطے نہیں ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری ''شرح فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں:

ان واجب الوجود بذاته واجب الوجود من جميع جهاته كاسمائه وصفاته والمعنى انه ليست له صفة منتظرة ولا حالة مستاخرة اذ ليست ذاته محل للاعراض فان ذاته كافيه فى حصول جمع ماله من الصفات والحالة التى به يتم الاعراض لانه لولم يكن ذاته كافية فى حصول ذلك لكانت محتاجة الى ظهور الغيرهنالك ،وكل محتاج الى الغير فهو ممكن الوجود وقد ثبت انه واجب الوجود قال الله تعالى :يا ايها الناس انتم الفقراء الى الله والله غنى حميد 'اى غنى بذاته وصفاته عن ظهور مصنوعاته وهو حميد بنعوته واسمائه سواء حمده او لم يحمده احد من سوائه فهو منزه عن التغيير والانتقال بل يزال فى نعوته نقلية منزها عن الزوال وفى صفاته الذاتية مستغنيا عن الاستكمال ولا يلزم من حدوث متعلقات هذه الصفات ،حدوث الصفات كالمخلوق والمرزوق والمسموع والمبصر وسائر الكائنات وجميع العلومات انتهى .

(بیشک واجب الوجود لذاتہ اپنے اسماء وصفات کی طرح تمام پہلو سے واجب الوجود ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی

حالت منتظرہ نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کی ذات محل اعراض نہیں ہے ،اس سبب سے کہ اس کی ذات اس کی تمام صفات کے حصول کے لیے کافی ہے، اس لیے کہ اگر اس کی ذات کافی نہ ہو اس کے حصول میں تو وہاں ذات ظہور غیر کی محتاج ہوگی اور ہر محتاج الیہ الی الغیر ممکن ہوتا ہے، حالاں کہ اس کا واجب الوجود ہونا مسلم ومقرر ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے''یا ایھا الناس الخ'' اے لوگو تم اللہ کی جانب محتاج ہو اور اللہ تعالی غنی ہے سراہا ہوا یعنی اپنی ذات وصفات میں اپنی مصنوعات کے ظہور سے بے نیاز ہے، اور اپنے اسما اور صفات میں محمود ہے خواہ کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے پس وہ تغییر وانتقال سے پاک ہے بلکہ وہ اپنی نعوت وصفات فعلیہ میں زوال سے پاک ہے ازلی طور پر اور اپنی صفات ذاتیہ میں استکمال سے بے نیاز ہے۔

اور صفات کے متعلقات کے حدوث سے صفات کا حدوث لازم نہیں ہے جیسے مخلوق اور مرزوق اور مسموع اور پوری کائنات و تمام معلومات کے حدوث سے پہلے جیسا تھا ویسا اب بھی ہے) پس معلوم ہوگیا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ بالفعل تو کوئی چیز خدائے باری تعا لی میں ہو اور آگے کو حاصل ہو جائے پس آئندہ کو بھی کذب کا حاصل ہونا ممکن نہیں ہے اور عقل تقدیر اسکے وجود کی خارج میں بہ نسبت باری تعالی کے جائز نہیں جانتی ہے اس لیے کہ جو اول نہ ہو بعد کو ہو جائے وہ حادث ہوتا ہے اور باری تعالی محل حادث نہیں ہے۔ پس عقل کے نزدیک بعد کو حاصل ہونا بھی کذب کا ممکن نہیں پس محال ہوا۔

چنانچہ ملا علی قاری ''ضوء معانی'' میں ''محال'' کے معنی یہ لکھتے ہیں:

والمحال بضم الميم مالا يمكن فى العقل تقدير وجوده فى الخارج انتهى .

(محال میم کے ضمہ کے ساتھ وہ ہے کہ خارج میں اس کے وجود کا مان لینا عقل میں ممکن نہ ہو)

اور دوسرا معنیٰ ان ہوں نے یہ لکھے ہیں المحال والمستحیل ما یقتضی ذاتہ عدمہ انتہی۔

(محال مستحیل وہ ہے جس کی ذات اس کے عدم کو چاہے)

اور اول سے ہی خدائے تعالی کے واسطے کذب حاصل ہو اور کذب ازلی وابدی ہو اسکو صراحۃ جامع براہین بھی قبول نہ کرے گا اور نہ کیا ہے اور استحالات متعددہ اس پر لازم آئیں گے چنانچہ بعض اوپر مذکور ہوئے ہیں اس ایک خطا کے بیان میں چند خطائیں جامع براہین کی ثابت ہوگئیں باجمال اقوال آیندہ میں عنقریب بطور تفصیل کے ان کا ذکر انشاء اللہ تعالی آجائے گا۔

اب سوائے ان عبارت مذکورہ بالا کے دوسری عبارت نقل کی جاتی ہیں جن سے تصریحات علماء کے معلوم ہو جائیں کہ کذب باری تعالی محال ہے اور اس پر اہل سنت ومعتزلہ وروافض وغیرہم بلکہ منکرین اسلام حکمائے عقلا سب متفق ہیں۔

الاول : شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی پارہ الم میں تحت آیت کریمہ: **فلن يخلف الله عهده**'' رقم

فرماتے ہیں ص ۲۱۴ میں یعنی ہرگز خلاف نخواہد کرد خدائے تعالی این عہد حکمی خودرازیرا کہ خبراوکلام ازلی اوست وکذب درکلام نقصانی است عظیم کہ ہرگز بصفات اوراہ نمی یابدالی آخرہ۔

(ہرگز خدااپنے عہد حکمی کے خلاف نہیں کرے گا اس لیے کہ اس کی خبر کلام ازلی ہے اور کلام میں کذب بہت بڑا عیب ہے جو ہرگز ہرگز اسکی صفات میں نہیں ہوسکتا')

الثانی: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کتاب ''العقیدة الحسنة'' میں درباب عقاید متعلق جناب باری عزاسمہ لکھتے ہیں:

ولا یصح علیه الحرکة والانتقال والتبدل فی ذاته ولا فی صفاته ولا الباطل والکذب.

(اوراللہ تعالی پر حرکت، انتقال، تبدل صحیح نہیں ہے نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں اور نہ ہی اس پر باطل وکذب صحیح ہے)۔

الثالث: ''غنیۃ الطالبین'' میں حضرت غوث پاک قدس سرہ فرماتے ہیں:

الفصل الاول مما لا یجوز اطلاقه علی الباری عزوجل ویستحیل اضافته الیه من الاخلاق.

یعنی فصل اول میں وہ چیزیں ہیں جو محال ہیں جناب باری تعالی پر، پس شمار کیا حضرت نے ان میں تئیس چیزوں کو از جملہ نسیان اور شہوت اور کذب ہیں صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ دہلی میں یہ عبارت دیکھئے جس کا جی چاہے۔

الرابع: تفسیر بیضاوی اور تفسیر روح البیان میں تحت قولہ تعالی 'من اصدق من الله حدیثا' کے لکھا ہے:

انکار لان یکون احد اکثر صدقا منه فانه لا یتطرق الکذب الی خبره بوجه لانه نقص وهو علی الله تعالی محال .

(اس بات کا انکار ہے کہ کوئی اس سے زیادہ سچا ہو کیوں کہ اس کی خبر میں کذب کے لیے کوئی راہ نہیں ہے اس لیے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ پر محال ہے)۔

الخامس: مدارک التنزیل ص ۱۴۲ میں یہ آیت کریمہ مذکور کے تحت میں لکھا ہے:

وهو استفهام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منه فی اخباره ووعده ووعیده لاستحالة الکذب علیه بقبحه لکونه اخباراً عن الشئی بخلاف ماعلیه"

من اصدق من الله حدیثا : صورۃ استفہام معنی نفی ہے، یعنی کوئی اس سے بڑھ کر سچا نہیں ہے اخبار وعدہ ووعید میں، اس کی ذات پر کذب کے محال ہونے کے سبب، اس لیے کہ کذب قبیح ہے، کیوں کہ کذب نام ہے، الاخبار عن الشئی بخلاف ماعلیه).

السادس: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سورہ مزمل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المعنی وعدالله واقع لا محالة لانه تعالی منزه عن الکذب (معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی کا وعدہ یقیناً واقع ہے کیوں کہ وہ کذب سے پاک ہے)۔

السابع: تفسیر کبیر سورہ یوسف کے آخر میں یہ رقم فرماتے ہیں:

لان المومن لا یجوز ان یظن بالله الکذب بل یخرج بذلك عن الایمان فکیف یجوز مثله علی الرسل" (اس لیے کہ مومن کے لیے جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالی کے بارے میں کذب کا گمان کرے بلکہ اس گمان سے وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا تو رسولوں پر اس جیسا ظن کیسے جائز ہوگا؟)۔

الثامن: امام فخر الدین تحت آیت: من اصدق من الله حدیثا" تفسیر کبیر میں اہل سنت و جماعت و معتزلہ دونوں کے نزدیک کذب باری کا محال ہونا مع ادلۃ فرماتے ہیں پوری عبارت ان کی یہ ہے:

والمقصود منه بیان انه یجب کونه تعالی صادقا وان الکذب والخلف فی قوله محال واما المعتزلة فقد بنو اذلك علی اصلهم وهو انه تعالی عالم بکون الکذب قبیحاو عالم بکونه غنیا عنه وکل من کان کذلك استحال ان یکذب انما قلنا انه عالم بقبح الکذب وعالم بکونه غنیا عنه لان الکذب قبیح لکونه کذبا والله تعالی غیر محتاج الی شئی اصلا وثبت انه عالم بجمیع للعلومات فوجب القطع بکونه عالما بهذین الامرین واما ان کل من کان کذالك استحال ان یکذب فهو ظاهر لان الکذب جهة صرف لا جهة دعاء فاذا خلا عن معارض الحاجة فبقی ضارا محضا فیمتنع صدور الکذب عنه واما اصحابنا فدلیلهم انه لو کان کاذبا لکان کذبه قدیما ولو کان کذبه قدیما لامتنع زوال کذبه لامتناع العدم علی القدیم ولو امتنع زوال کذبه قدیما لامتنع کونه صادقا لان وجود احد الضدین یمنع وجود الضد الاخر فلو کان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنه غیر ممتنع لانا نعلم بالضرورة فان کل من علم شئیا فانه لا یمنع علیه ان یحکم علیه یحکم مطابق للمحکوم علیه والعلم بهذه الصحة ضروری فاذا کان امکان الصدق قائما انتهی.

(اس سے مقصود اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالی کا صادق ہونا واجب ہے، اور بیشک کذب اور خلف اس کے قول میں محال ہے معتزلہ اس بات کو اپنے اصل پر مبنی کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی کذب کے قبیح ہونے کا عالم ہے، اور اس کا بھی عالم ہے کہ وہ کذب سے غنی ہے، اور جس کی یہ شان ہو محال ہے کہ وہ کذب کہے دلیل کے جزء اول کی وجہ یہ ہے کہ کذب قبیح ہے، کیوں کہ وہ کذب ہے اور اللہ تعالی بالکل کسی شئی کا محتاج نہیں اور یہ مسلمہ ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے تو یہ یقیناً ثابت ہے کہ وہ مذکورہ دونوں باتوں کا عالم ہے اور دلیل کے جزء ثانی کی وجہ ظاہر ہے، اس لیے کہ کذب جہت صرف ہے نہ کہ جہت دعا ہے تو جب کذب

حاجت کے مواضع سے خالی ہوتو وہ ضرر محض ہے، اس لیے اس کا صدور اللہ تعالی سے محال ہے۔

اہل سنت و جماعت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی اگر کاذب ہوتو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اگر اس کا کذب قدیم ہوتو زوال کذب ممتنع ہوگا کیوں کہ قدیم پر عدم محال ہوتا ہے، عدم محال ہوگا، اور اگر اس کے کذب قدیم کا زوال محال ہوتو اس کا صادق ہونا محال ہوگا اس لیے کہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے لئے مانع ہے تو اگر وہ کاذب ہوتو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا، لیکن صادق ہونا ممتنع نہیں ہے کیوں کہ ہم بالبداھۃ جانتے ہیں کہ جو کسی چیز کو جانتا ہوتو اس کے لیے ممنوع نہیں ہے کہ وہ اس پر ایسا حکم کرے جو محکوم علیہ کے مطابق ہو اور اس صحت کا علم بدیہی ہے تو جب امکان صدق قائم ہے تو امتناع کذب حاصل ہے تو ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالی کا صادق ہونا قطعی ہے)

التاسع: وہی عبارت امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر میں تحت آیت و من یقتل مومنا متعمدا " کی جواوپر گذر چکی

''فان العقلاء اجمعوا علی انه تعالی منزه عن الکذب انتهی''

العاشر: تفسیر ابی سعود میں تحت آیت :من اصدق " کی ہے:

انکار لان یکون احد اصدق منه تعالی فی وعده وسائر اخباره وبیان لاستحالته کیف لا والکذب محال علیه سبحانه دونه غیره انتهی .

(اس بات کا انکار ہے کوئی اللہ تعالی سے زیادہ سچا ہو وعدہ اور تمام اخبار میں اور اس کے استحالہ کا بیان ہے، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ کذب اللہ تعالی پر محال ہے نہ کہ اس کے غیر پر)۔

الحادی عشر: خیالی حاشیہ شرح عقائد نسفی میں کذب کی نسبت لکھا ہے منتف بالاجماع یعنی اجماع ہے ماتریدیہ اور اشاعرہ کا کہ کذب جناب باری میں منتفی ہے، اور اسی طرح مسلم رکھا اس اجماع کو خیالی کے محشی مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی نے فلو لم یقع لزم الکذب فی کلامه تعالی وهو باطل بالاجماع ۔(تو اگر واقع نہ ہو تو اللہ تعالی کے کلام میں کذب لازم آئے گا اور وہ بالاجماع باطل ہے)۔

الثانی عشر: علامہ عضد الدین بن احمد متن مواقف میں جو کہ موضوع ہے واسطے بیان عقائد مذہب اہل سنت و جماعت کے ذیل کلام باری تعالی میں لکھتے ہیں ''یمتنع علیه الکذب اتفاقا'' اور مسلم رکھا اس مقام پر روایت مذکورہ متن کو شارح مواقف نے بھی اور تائید کی اس کی۔

الثالث عشر: حاشیہ باجوری علی مقدمہ سنوسیہ میں تحت اس قول مقدمہ مذکورہ کے ''اما برهان وجوب صدقهم فلانهم لو لم یصدقوا لَلَزِمَ الکذب فی خبره تعالی لتصدیقه لهم بالمعجزة النازلة بمنزلة قوله تعالی

صدق عبدی فی کل مایبلغ عنی ‘‘ (رہا انبیاء کے صدق کے وجوب کی دلیل تو اس لیے کہ انبیا اگر صادق نہ ہوں تو اللہ تعالی کی خبر میں کذب لازم آئے گا کیوں کہ خدا انبیا کی تصدیق معجزہ کے ذریعہ کرتا ہے جو اس مضمون کے قائم مقام ہے ’’صدق عبدی الخ ‘‘یعنی میرا بندہ ان تمام امور میں سچا ہے جو میری جانب سے تبلیغ کر رہا ہے) موجود ہے یہ عبارت:

اما برهان وجوب صدقهم ای فی دعوی الرسالة وفی ما بلغوه عن الله تعالی لا ن هذا البرهان انما یدل علی ذلك کما مر ،وقوله فلا نهم الخ تقریره ان تقول لولم یصدقوا لَلَزِمَ الکذب فی خبره تعالی لکن الکذب فی خبره تعالی محال فما ادی الیه وهو عدم صدقهم محال ایضا واذا استحال عدم صدقهم ثبت صدقهم وهو المطلوب انتهی۔

(اس کی تقریر یہ ہے کہ تم کہو اگر انبیا سچے نہ ہوں تو اللہ تعالی کی خبر میں کذب لازم آئے گا لیکن اللہ تعالی کی خبر میں کذب محال ہے تو جس کی طرف وہ مفضی ہو وہ انبیا کا عدم صدق ہے وہ بھی محال ہوگا اور جب ان کا غیر صدق محال ہوا تو ان کا صدق ثابت ہو گیا اور وہی مطلوب ہے)

الرابع عشر: مسلم الثبوت کے مقالہ ثانیہ فی الاحکام میں ہے:لنا ان حسن الاحسان وقبح مقابلة الاحسان بالاساء ة مما اتفق علیه العقلاء حتی من لا یقول بارسال الرسول الخ.

(ہماری دلیل یہ ہے کہ احسان کا حسن اور اسائت کا قبح ایسا ہے جس پر تمام عقلا کا اتفاق ہے یہاں تک کہ جو ارسال رسل کا قول نہیں کرتے ان کا بھی اتفاق ہے)۔

اس کے حاشیہ منہیہ میں خود صاحب مسلم الثبوت فرماتے ہیں:

العقلاء اه لك ان تقول ان اتفاقهم علی ذلك یجوز ان یکون لا نهما من صفات الکمال والنقصان کوجوب الصدق وامتناع الکذب فی حقه تعالی انتهی . (تمہیں اختیار ہے کہ تم کہو کہ انکا اتفاق اس وجہ سے ہے کہ احسان واسائت دونوں صفت کمال ونقصان ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کے حق میں وجوب صدق اور امتناع کذب ہے)

الخامس عشر :مسلم الثبوت کے اسی مقالہ کے متن وشرح بحر العلوم میں ہے:

والمعتزلة (قالو ا ثانیا انه لولاه)ای کون الحکم عقلیا لما امتنع الکذب منه تعالی عقلا اذلا حکم للعقل واذا جاز الکذب علیه فلا یمتنع اظهار المعجزة علی ید الکاذب ولو اکتفی به لکفی فینسد باب

النبوة وهو مفتوح والجواب انه نقص فيجب تنزيه تعالى عنه كيف وقد مرانه لا نزاع فيه فانه عقلى باتفاق العقلاء الخ (معتزلہ نے کہا ہے کہ اگر حکم عقلی نہ ہوتو اللہ تعالی سے کذب عقلا ممتنع نہ ہوگا کیوں کہ عقل کے لیے حکم ہی نہیں ہے اور اگر اللہ تعالی پر کذب جائز ہوتو جھوٹے کے ہاتھ پر اظہار معجزہ محال نہیں ہوگا، اگر اسی پر اکتفاء کیا جائے تو وہ کافی ہے تو باب نبوت ہی بند ہو جائے گا حالاں کہ وہ کھلا ہوا ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ مذکور عیب ہے اور اللہ تعالی کو اس سے تنزیہ واجب ہے اور کیسا نہ ہو جبکہ اس کا عقلی ہونا متفق علیہ ہے) لفظ والجواب کے بعد جو "انہ" ہے اس کا مرجع کذب ہے جس کو بحر العلوم نے المذکور کہہ کر تعبیر کیا ہے، چناں چہ قول ملا نظام سے بھی یہی واضح ہے جواب مذکور ہوتا ہے۔

السادس عشر : **قول ملا نظام الدین صاحب کا اسی قول کے تحت میں وہ یہ ہے قولہ**

والجواب انه اى الكذب نقص وقد مر لا نزاع فيه اى عقلية انتهى.

یہ اہل سنت و جماعت کے اقوال تھے کہ جس سے واضح ہے کہ کذب باری تعالی محال ہے اور یہ نقص ہے اور اس میں کسی کا نزاع نہیں ہے باتفاق جمیع عقلاء محال ہے

السابع عشر: اب مذہب معتزلہ کے پیشوا علامہ زمخشری کی عبارت سنئے "تفسیر کشاف" میں تحت آیت من اصدق لکھتے ہیں:

لانه عزو علا صادق لا يجوز عليه الكذب وذالك ان الكذب مستقل يضارب عن الاقدام عليه و هو قبحه ووجه قبحه الذى هو كونه كذباً واخبارا عن الشئى بخلاف ما هو عليه فمن كذب لم يكذب الا لانه محتاج الى ان يكذب ليجر منفعة او يدفع مضرةً او هو اعنى عنه الا انه تجهل غناه او هو جاهل لقبحه اوهو سفيه لا يفرق بين الصدق و الكذب فى اخباره لا يبالے بايتها نطق فكان الحكيم الغنى الذى لا يجوز عليه الحاجات العالم بكل معلوم منز ها عنه كما هو منز ه عن سائر القبائح

(اس لیے کہ اللہ تعالی عز و علا صادق ہے اس پر کذب جائز وممکن ہی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کذب کلام مستقل ہے اس پر اقدام سے پرہیز کیا جاتا ہے کیونکہ وہ قبیح ہے اور اس کا قبح اس کا کذب ہونا اور شئی کی خبر دینا اس کے خلاف جس پر وہ ہے، تو جو بھی خلاف واقع خبر دیتا ہے وہ کذب بولنے کا محتاج ہوتا ہے تا کہ جلب منفعت کرے یا دفع ضرر کرے اور خدا تحصیل نفع اور دفع ضرر سے بے نیاز ہے ہاں دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے غنا سے جاہل ہو یا قبح کذب سے جاہل ہو یا سفیہ ہو کہ اپنی خبر کے صدق و کذب میں

امتیاز سے قاصر ہو، اور جان ہی نہ پا تا ہو کہ کیا بولا)۔ اور یہ تمام صورتیں حکیم غنی غیر محتاج تمام معلومات کے عالم کے حق میں محال ہے اس سے وہ پاک ہے جس طرح وہ تمام قبائح سے پاک ہے۔

الثامن عشر: علما مذہب شیعہ مشہور بہ امامیہ کے عقائد سنئے دو روایتیں لکھتا ہوں اول باب حادی عشر عقائد میں ہے:

من صفاته الثبوتيه كونه صادقا والصدق هو الاخبار المطابق والكذب هو الاخبار الغير المطابق لانه لولم يكن صادقا لكان كاذبا وهو باطل لان الكذب نقص والبارى منزه عن النقص انتهى.

(خدائے تعالی کی صفات ثبوتیہ سے اس کا صادق ہونا ہے صدق واقع کے مطابق خبر دینا اور کذب واقع کے خلاف خبر دینے کو کہتے ہیں کیونکہ اگر وہ صادق نہ ہو تو ضرور کاذب ہوگا اور یہ باطل ہے کیونکہ کذب نقص ہے اور باری تعالی نقص سے پاک ہے)

ثانی: حق الیقین مجلس در بیان صفات ثبوتیہ مطبوعہ طہران می نویسد باید دانست کہ حق تعالی صادق است و کذب و دروغ مطلقا بر و روانیست زیرا کہ عقل حکم می کند کہ کذب قبیح است و او از قبائح منزہ است و دروغ مصلحت آمیز کہ مارا او است باعتبار ارتکاب امر قبیحی است و ایں از عجز ماست کہ قادر نیستم کہ مفسدہ کلام راست را دفع کنیم و خدا بعجز موصوف نمی شود و ایضا اجماع مسلمین و ارباب عقول است بر آنکہ حق تعالی صادق است در جمیع افعال و اقوال و کتب الہیہ مشحون است بآں از جملہ ضروریات دین است انتھی (جاننا چاہئے کہ حق تعالی صادق ہے اور کذب و دروغ مطلقا اس پر جائز نہیں ہے کیوں کہ عقل حکم کرتی ہے کہ کذب قبیح ہے اور وہ قبائح سے پاک ہے، اور مصلحت آمیز کذب جو ہمارے لیے جائز ہے، امر قبیح کے ارتکاب کے باعث وہ قبیح ہی ہے لیکن یہ ہماری عاجزی ہے کہ ہم کلام صادق کے فساد کو زائل کرنے پر قادر نہیں ہیں، اور خدا عجز سے موصوف نہیں ہے، نیز تمام عقلا اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حق تعالی صادق ہے تمام افعال و اقوال میں اور کتب الہیہ اس سے بھری ہے یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے جس کا انکار کفر ہے)

التاسع عشر: قول ملا علی قاری صاحب کا شرح فقہ اکبر میں:

لم يزل ولا يزال باسمائه وصفاته اى موصوفا بنعوت الكمال ومعروفا باوصاف الجلال والجمال لم يحدث له اسم ولا صفة يعنى ان صفات الله واسمائه كلها ازلية لا بداية لها وابتدايته لا نهاية لها لم يتجددله تعالى صفته من صفاته والاسم من اسمائه لانه سبحانه واجب الوجود لذاته الكامل فى ذاته وصفاته فلو حدث له صفة او زال عنه نعت لكان قبل حدوث تلك الصفة وبعد زوال ذلك النعت ناقص عن مقام الكمال وهو فى حقه سبحانه من المحال فصفاته تعالى كلها ازلية ابدية وههنا سوال مشهور وهو انه قد ورد الاخبار فى كلامه سبحانه بلفظ الماضى كثير نحو قوله تعالى :انا

ارسلناك نوحا وقال موسی وعصی فرعون "والاخبار بلفظ الماضی عما لم یوجد یعد کذبا والکذب علیه محال وله جواب مسطور وهو ان اخباره تعالی لا یتصف ازلا بالماضی والحال والاستقبال لعدم الزمان وانما یتصف بذلك فیما لا یزال بحسب التعلقات فیقال قام بذات الله تعالی اخبار عن ارسال نوح مطلقا وذلك الاخبار موجود ازلا باق ابدا فقبل الارسال کانت العبارة الدالة علیه انا نرسل وبعد الارسال انا ارسلناك فالتغیر فی لفظ الخبر لا فی الاخبار القائم بالذات وهذا کما تقول فی علمه تعالی انه قائم بذاته سبحانه ازلا العلم بان نوحا مرسل هذا العلم باق ابدا فقبل وجود علم انه سیوجد وبعد وجوده علم بذلك العلم انه وجد وارسل والتغییر فی العلم لا فی المعلوم انتهی.

(اللہ تعالی اپنے اسماوصفات میں ازلی ہے یعنی وہ صفات کمال سے موصوف ہے اور صفات جمال وجلال سے معروف ہے اس کا کوئی اسم یا صفت حادث نہیں ہے یعنی اللہ تعالی کے تمام اسماوصفات ازلی ہیں جس کے لیے ابتدا نہیں اور وہ ابدی ہیں جس کے لیے انتہا نہیں، اس لیے کہ وہ واجب الوجود لذاتہ ہے، اپنی ذات وصفات میں کامل ہے، تو اگر اس کے لیے کوئی صفت حادث ہو، یا کوئی صفت زائل ہو تو اس صفت کے حدوث سے قبل یا اس صفت کے زوال کے بعد وہ ناقص ہوگا اور یہ خدا کے حق میں محال ہے لہذا اس کی تمام صفات ازلی وابدی ہیں، اس بحث میں ایک مشہور سوال ہے کہ خدا کے کلام میں لفظ ماضی سے اخبار بہت ہے جیسے 'ہم نے نوح کو بھیجا' موسی نے کہا فرعون نے موسی کی نافرمانی کی وغیرہ وغیرہ اور جو موجود نہ ہو لفظ سے اس کی خبر دینا کذب ہے حالاں کہ خدا پر کذب محال ہے؟ اس کا مشہور جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی خبر ماضی، حال استقبال سے موصوف نہیں ہوتا کیوں کہ وہ ازلی ہے جب زمانہ تھا ہی نہیں، ہاں ازل میں اس سے اتصاف تعلقات کے اعتبار سے ہے، تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ مطلقا ارسال نوح کی اخبار قائم ہے اور وہ اخبار ازلا وابدا باقی ہے۔

البتہ: قبل ارسال اس پر دلالت کرنے والی عبارت ''انا نرسل'' تھی اور بعد ارسال ''انا ارسلنا'' تھی، تو تغیر لفظ خبر میں ہے اس اخبار میں نہیں ہے جو ذات باری تعالی کے ساتھ قائم ہے اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہتے ہو کہ خدا کے علم میں یہ ہے کہ 'اس کی ذات کے ساتھ یہ علم قائم تھے کہ نوح مرسل ہیں، اور یہ علم باقی ہے ابدا۔

البتہ قبل وجود نوح علم جانا کہ وہ مستقبل میں موجود ہوں گے اور بعد وجود جانا کہ وہ موجود ہو گئے تو تبدیلی تعلق علم میں ہے نہ کہ معلوم میں یعنی تبدیلی علم کے متعلق میں ہے نہ کہ علم میں)

اس عبارت کے نقل سے اس محل میں فقط ہماری غرض یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ کذب باری محال ہے وہ فقط والکذب علیہ محال سے حاصل ہے باقی عبارت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جمیع صفات خدائے تعالی کا قدیمہ ہونا بھی معلوم ہو گیا اقوال آئندہ کے واسطے کار آمد ہے، پس جب ان روایات اور ادلہ سے ثابت ہوا کہ کذب باری تعالی محال ہے اور کذب باری کے محال ہونے پر علما ،اشاعرہ وماتریدیہ وجمیع فرق اسلامیہ وغیر اسلامیہ مثل ارباب معقول وفلاسفہ وغیرہم کا اتفاق ہے تو امکان کذب میں اختلاف قدماعلما کا بیان کرنا یہ کہنا کہ یہ مسئلہ جدید نہیں ہے لوگوں کو گمراہ کرنا اور جہل صریح ہے۔

دسویں خطا: یہ کہ صاحب انوار نے قرآن کی آیت صدق باری پر پیش کی تھی اس کے جواب میں جامع براہین کو چاہئے تھا کہ قرآن کی آیت سے جواب دیتے جس میں صریح ہوتا کہ **معاذ الله ليس الكذب من الله ببعيد**' مگر یہ مضمون نامقبول قرآن میں نکلنا محال تھا۔ تب بناچاری کلام بشری کی طرف رجوع کی کیوں کہ انسان سے سہو ونسیان ہوتا ہے شاید کسی نے بھول چوک سے یہ مسئلہ مان لیا ہو وہ تب آپ نے اپنی رائے سقیم کے موافق اشاعرہ میں اپنے مقصد کی گنجائش دیکھی حالاں کہ درحقیقت اس مسئلہ کے وہاں بھی گنجائش نہیں وہ کذب کے قائل ہی نہیں جیسا کہ گذرا اور عنقریب آتا ہے۔

تعامل واستحسان جوملحق بالاجماع میلاد شریعت کے بارے میں قبول نہ کیا، اور یہ حیلہ کیا کہ مخالف نصوص ہے کہ کذب باری بھی تو مخالف آیت من اصدق کی ہی کیوں کیا:

گیارھویں خطا : یہ جامع براہین اور مقرظ محفل میلاد شریف وقیام کے بارہ میں تعامل واستحسان کو بھی دلیل شرعی نہیں جانتے ہیں باوجودیکہ ''نورالانوار'' میں بھی جس کو ادنی طالب علم پڑھتا ہے موجود ہے صفحہ ۵ میں **تعامل الناس ملحق بالاجماع** انتھی۔

اور شامی میں ہے کہ تعامل کے معتبر ہونے کے واسطے عہد صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ کا شرط نہیں اور یہ دونوں صاحب تعامل علماء کا دلیل ہونا اور اقوال علماء سند نہیں مانتے ہیں چنانچہ براہین کے صفحہ ۲۱۴ میں ہے (مؤلف سے کسی مسئلہ کا جواب ادلہ اربعہ سے نہیں دیا جاتا ہے ایک داب ہے کہ علماء نے یوں کہا ہے یوں کیا ہے سو جواب چند دفعہ ہولیا کہ دلیل شرعی کے مقابلہ میں کسی کا قول لائق التفات نہیں ہے اگرچہ صد ہزار ہوں) اور صفحہ ۲۷۲ میں ہے (اور یہ احقر بار بار اس کو بھی ظاہر کر چکا کہ مؤلف کے پاس کوئی دلیل ادلہ شرعیہ سے اپنے مقصود پر کہ اثبات جواز قیود وہیئت مروجہ کا ہے نہیں محض قول علماء اور تعامل ان کا پیش کر دیتا ہے)

اور صفحہ ۱۶۶ میں (تسلیم کیا کہ ایک علامہ عالم ہی نے ان کا کیا مگر اس کے انکار کا آج تک کسی سے جواب نہیں دیا گیا اور فقط

اس کیا نکار نے اجماع کو جو مزعوم مؤلف کا ہے باطل کر دیا) الی ان قال الجامع اور حاضر ہونے سے مشائخ اور علما کی کچھ حجت جواز کی نہ ہوئی اگر کروڑوں علما بھی فتوی دیں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں اور اسی صفحہ میں کہا: ایک دو عالم موافق نصوص صریحہ کے فرمادے اور اس کے تمام دنیا مخالف ہوکر کوئی بات خلاف ان نصوص اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر و منصور وعند اللہ مقبول ہوں گے"۔ اسی صفحہ میں کہا: پس خود ارشاد فخر عالم ہی کہ جو موافق کتاب وسنت کے کہے وہ طائفہ قلیلہ اگر چہ رجل واحد ہی ہو وہ علی الحق ہے اور اس کے مخالف تمام دنیا ہو تو مردود ہے۔

اور اسی صفحہ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ سبط ابن جوزی کا قول ہے کہ:

یحضر عنہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیۃ " بمقابلہ نصوص کے ملتفت نہیں اور تمام بلاد میں اشتہار اس کا کوئی دلیل شرعی نہیں، پس سخاوی کے اس قول میں کوئی حجت شرعیہ نہیں علی ھذا، علی قاری کا کہنا ہے کہ: تمام ملکوں میں یہ رائج ہے۔ یہ تمام اقوال جامع براہین کے باعلی صوت یہ ندا کرتے ہیں کہ نص کے مقابلہ میں لاکھوں کروڑوں علما فتوے دیں تو معتبر نہیں ہے اور بطور بنا فاسد علی الفاسد سبط ابن جوزی وملا علی قاری وسخاوی وغیرہم کئی اقوال اور تعامل تمام بلاد کے علما کو غیر معتبر و تمام دنیا کے علما کے اتفاق کو مردود۔

جامع براہین فرماتے ہیں: باوجودیکہ اہل علم وفہم پر اس کا بطلان واضح ہے، پس مؤلف انوار نے جو نص ومن اصدق من اللہ حدیثا کے مخالف کذب باری کا امکان معلوم کر کے نص مذکور پیش کرے کے امکان کذب باری کا انکار کیا تو جامع براہین نے قول ان لوگوں کا جن کو اسی قائلین نے امکان کذب خیال وزعم کرایا ہے، کیوں بمقابلہ نص مردود نجانا کہ کیوں مولف انوار کو جو نص "من اصدق" کے موافق امکان کذب باری کا انکار کرتے ہیں علی الحق و منصور و مظفر نہ کہا، کیا جامع براہین صاحب کے نزدیک امکان کذب باری مخالف نص تب بھی وہ نہیں ہے اور امکان کذب کے قائلین اگر چہ اقل قلیل ہوں باوجود مخالفت نص کے ان کا قول معتبر ہے، یہ عجیب بات ہے کہ جس قول سے خدائے تعالی میں امکان عیب ونقص ثابت ہو اور وہ نص کے مقابل و مخالف ہو تب بھی معتبر ہو جائے اور اس پر طعن لاعلمی قرار پاے اور ایسے قول کا انکار موافق نص کے کریں تب بھی ان کا قول معتبر نہ ہو اور نص کی طرف اس وقت میں کچھ التفات نہ کی جائے، یہ معاملہ برعکس ہو گیا، یہاں عدم التفات طرف نص لازم آیا اور طرفہ یہ ہے کہ نص کی کوئی تاویل بھی حق وباطل بھی جامع براہین نے ایسی یہاں نہ کی جس سے معلوم ہو کہ قول امکان کذب باری تعالیٰ مخالف اس نص کے نہیں ہے۔

اس سے یہ لازم آیا کہ قول امکان کذب باری نص کے مخالف ہو تب بھی جامع براہین کے نزدیک ایسا معتبر ہو کہ اس پر طعن کرنا

بے علمی ہے، ایسے لوگوں کے ایمان پر افسوس ہے آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے میلاد شریف کی محفل کے بارے میں باوجود عدم مخالفت کسی نص کے اپنے زعم فاسد وفہم ناقص میں مقابلہ نص کا گڑھ کر تعامل واستحسان علما لاکھوں وو کروڑوں وتمام دنیا کو مردود بتادیں اور امکان کذب باری تعالی کے بارے میں باوجود مخالفت نص کے اپنے زعم میں قائلین اس کی مقرر کر کے باوجودیکہ درحقیقت کوئی اس کا قائل نہیں ہے، عقلا میں سے سوائے دو چار وہابیہ حمقا کے ان قائلین مفروضین کے قول کے مقابلہ میں نص کی طرف التفات نہ کریں اور موافق نص واتفاق عقلا کے کہنے والوں پر طعن کریں اور باایں ہمہ ادعاء ایمان ہے، خوب خدا ورسول کی قدر ان لوگوں نے پہچانی ہے۔

کذب باری کو ممکن کہنے سے امکان قیام حوادث کا ذات باری تعالیٰ میں لازم آئے گا:

بارھویں خطا: جو شخص یہ کہتا ہے کہ کذب باری تعالی ممکن الوقوع ہے لکن فی الحال واقع نہیں ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ اب تک تو جھوٹ بولنا اس کی صفت نہ تھی لیکن ہوسکتا ہے کہ جھوٹ بول دے۔ 'معاذ اللہ معاذ اللہ' ہم کہتے ہیں کہ جب جھوٹ بولے گا اسی وقت یہ صادق آئے گا کہ یہ صفت خدائے تعالی میں نہ تھی اب حادث ہوئی اور خدائے تعالی محل حادث بنا اور محل حادث قدیم نہیں ہوتا ہے اور حالاں کہ خدائے تعالی کی ذات قدیم ہے محل حوادث نہیں ہے۔ چنانچہ عقائد میں ٹھہر چکا ہے کہ 'لایقوم بذاتہ حادث اور اوپر کچھ بیان اس کا گذر بھی چکا ہے "شرح فقہ اکبر" کے حوالہ سے۔

تیرھویں خطا: مومن کو یہ ضرور ہے کہ کہے "آمنت باللہ کما ھو باسمائہ و صفاتہ" "ایمان لایا میں اللہ تعالی پر جیسا وہ ہے اپنے اسماء وصفات کے ساتھ اور اسمائے الہی میں سے صادق بھی ہے، جیسا کہ حدیث ابن ماجہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے، اور قرآن شریف میں بھی آیا ہے: وانا لصادقون ' اور یہ عقائد میں مقرر ہے کہ 'اسماءٗ وصفاتہٗ' قدیم ہیں اور ثابت ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔ بناءً علیہ جناب باری سے سلب صدق محال ہے اور امکان کذب ماننے کو امکان سلب صدق ماننا لازم ہے۔

پس مومن موحد نے جب اللہ کو صادق لایزال مان لیا اب کس منہ سے امکان سلب صدق تسلیم کرتا ہے جس شخص نے امکان سلب صدق تسلیم کیا اس کا ایمان 'آمنت باللہ کما ھو باسمائہ' پھر کہاں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون.

دعویٰ تو حنفیت کا ہے اقوال ماتریدیہ حنفیہ کو چھوڑ کر اشاعرہ کی طرف رجوع کی ان کے قول سے سند پکڑی:

چودھویں خطا: آپ سند لاتے ہیں "ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ"

اقول: جامع براہین نے حنفی ماتریدی ہوکر کیوں اپنے مطلب نکالنے کو اشاعرہ کی طرف رجوع کیا، مذہب اشاعرہ پر علم عقائد میں حنفی جا بجا معترض ہیں ازاں جملہ یہ ہے کہ صفات فعلیہ جناب باری تعالی کو اشاعرہ حادث کہتے ہیں، اور ہم حنفی ماتریدی ان کو قدیم مانتے ہیں۔ چنانچہ عبارت ضوء المعانی تصنیف ملاعلی قاری میں یہ بات موجود ہے:

ففی کونها قدیمة نزاع فمذهب ائمتنا الحنفیة انها قدیمة ومذهب الاشاعرة والمعتزلة انها حادثة ''(صفات فعلیہ کے قدیم ہونے میں اختلاف ہے ہمارے ائمہ حنفیہ کا مذہب کہ وہ قدیم ہیں اور مذہب اشاعرہ اور معتزلہ یہ ہے کہ وہ حادث ہیں)

اور ملاعلی قاری کا قول ''شرح فقہ اکبر'' میں اوپر اس بارے میں گذر چکا ہے کہ کل اسماء وصفات خدائے تعالی کے قدیم ہیں ورنہ محال لازم آئے گا اس سے اختلاف ہونا درمیان حنفیہ واشاعرہ کے واضح ہے کہ یہ ایک مثال اختلاف کی دی ہے، باقی ایسے اختلافات بہت ہیں جس نے کتب عقائد پڑھے ہیں اس کو خوب معلوم ہے۔

اور اس عبارت ملاعلی قاری سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ انہوں نے ائمہ حنفیہ کو مقابل اشاعرہ کے ڈالا ہے اس لیے کہ حنفی علماء عقائد میں تابع ہیں امام ابوالمنصور ماتریدی کے ''فتاوی برہنہ'' میں لکھا ہے: ابو المنصور الماتریدی رئیس الحنفیه الیه انتهت ریاستهم انتهی.

اور وجہ میلان حنفیوں کے ان کی طرف یہ ہے کہ وہ تین واسطہ سے شاگرد امام اعظم رحمہ اللہ کے ہیں اس طرح پر ہے کہ ابو المنصور شاگرد ہیں احمد بن اسحٰق کے اور وہ ابوسلیمان کے اور وہ امام محمد کے اور وہ امام اعظم رحمہ اللہ کے، اور شرح مقاصد کی فصل رابع فی الامامۃ سے پہلے ان کے حق میں یہ لکھا ہے:

''ابو منصور الماتریدی تلمیذ ابی نصر العیاضی تلمیذ ابی بکر الجور جانی صاحب ابی سلیمان الجور جانی تلمیذ محمد بن حسن الشیبانی ''بہر صورت امام اعظم رحمہ اللہ کے بواسطہ شاگرد ہیں۔

پس قول ماتریدیہ کو چھوڑ کر اشاعرہ کی طرف جانا کوئی وجہ نہیں رکھتا سوا، اس کے کہ از روئے عناد کچھ نہ کچھ صاحب انوار پر نقض کیجیے اور تماشا یہ کہ سب کچھ کر کے صاحب انوار کا ایک نقطہ بھی نہ مٹا سکے جیسا کہ اوپر تحقیق ہوا، اور آئندہ ہوتا ہے۔

پندرھویں خطا: یہ ہے کہ آپ اشاعرہ کی دلیل لکھتے ہیں کہ ''لانہ لایعد نقصاً بل جوداً او کرماً الخ'' ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے اقول اس عبارت واستدلال سے سب صاحبوں پر حال خوش فہمی جامع براہین کا کھل گیا کیونکہ اشاعرہ کی دلیل جواز خلف وعید پر یہ لکھی ہے کہ ''لانہ لایعد نقصاً''، یعنی خلف وعید نقصان کی بات نہیں دیکھیے اس میں اشاعرہ انکار کر گئے کہ خلف وعید کو کذب نہ

کہنا چاہئے کیونکہ کذب بالاتفاق نقصان کی بات ہے اور سخت قبیح ہے کوئی عاقل کذب کو یہ نہیں کہ سکتا کہ جودوکرم ہے عرب کا دستور تھا کہ اگر مجرم کے واسطے کوئی سزا معین کرتے جب وقت سزا کا آتا اس کو معاف کردیتے یہ معاف کرنا ان کا رحمت اور بخشش اور کرم شمار کیا جاتا تھا اس کی بہت تعریف کی جاتی تھی اس معاف کرنے کو یہ نہیں کہتے تھے کہ اس نے جھوٹ بولا اور اب بھی یہی دستور ہے کہ حاکم کسی مجرم کو اپنے قانون مقررہ کے موافق سزا نہ دے تو اس کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا ہے معاف کردینا اور بخش دینا کہتے ہیں۔

پس اسی طرح اگر خدا کسی گنہگار کو اس کا گناہ روز قیامت میں معاف کردے تو اس معاف کردینے کو جھوٹ نہ کہنے یہ مذہب اشاعرہ کا ہے کہ وہ اس کو جھوٹ نہیں مانتے اور اوپر بھی معلوم ہو چکا ہے کہ کذب وجھوٹ کا لزوم اپنے اوپر سے جوابات متعددہ دیکر رفع کرتے ہیں پس نہ وہ اس خلف وعید کو جھوٹ قرار دیتے ہیں اور نہ جھوٹ کا لزوم اس میں تسلیم کرتے ہیں پس اشاعرہ کے قول سے امکان کذب باری ثابت نہ ہوا یہ خوش فہمی جامع براہین کی ہے کہ ان کے قول سے امکان کذب باری کا اثبات کرتا ہے۔

ردالمحتار کی عبارت جو مخالف مقصود تھی چھوڑ دی:

سولھویں خطا: آپ نے ردمحتار کی عبارت بقدر مطلب لکھ کر قلم کو تھام لیا اس کے آگے کی عبارت جو ماقبل کے خلاف تھی اس کو نقل نہ کیا سب صاحب ملاحظہ فرمائیں وہ عبارت ہم نے اقوال سابقہ اپنے میں نقل کردی ہے پھر واسطے یاددہانی کے لکھی جاتی ہے یہ ہے: وصرح التفتازانی وغیرہ بان المحققین علیٰ عدم جوازہ صرح النسفی بانہ الصحیح لاستحالتہ علیہ تعالیٰ لقولہ وقد قدمت الیکم بالوعید مایبدل القول لدی وقولہ تعالیٰ ولن یخلف اللہ وعدہ ای وعیدہ وانما یمدح بہ العبد خاصۃ. انتہی.

یعنی کھول کر لکھا علامہ تفتازانی وغیرہ نے کہ علما ثابت کرنے والے حق امر کے قائم اس بات پر ہیں کہ خلف وعید جائز نہیں ہے، اور صاف صاف لکھ دیا نسفی نے کہ یہی صحیح ہے اس لیے کہ خلف وعید اللہ تعالیٰ کا محال ہے کیونکہ اس نے خود کلام الٰہی میں فرمادیا ہے کہ نہیں بدلا جاتا قول میرے پاس اور فرمادیا کہ نہیں خلاف کرے گا اللہ اپنا وعدہ یعنی وعید اور خلف وعید کے ساتھ ممدوح ہونا خاصہ بندوں کا ہے، نہ اللہ تعالی کا انتہی

نقول علما در بارہ عدم جواز خلاف وعید:

مضمون ردالمحتار دیکھیے اس میں صاف ثابت ہے کہ خلف وعید ائمہ محققین کے خلاف ہے پس جب کہ جامع براہین اپنے

نزدیک قول اشاعرہ سے امکان کذب سمجھا تھا اور عبارت میں لکھا ہوا ہے کہ انکا مذہب خلاف محققین ہے جیسا کہ ہم نے ابھی عبارت اس کی نقل کی ہے، پس یہ سمجھا ہوتا کہ اس مقام پر صاحب انوار مذہب محققین کے موافق مذہب مقابل پر طعن کرتا ہے اور مذہب غیر محقق پر طعن کرنا کچھ عیب کی بات نہیں ہے

چناں چہ اوپر گذر چکا ہے تفسیر کبیر امام رازی سے کہ انہوں نے واحدی پر خلف وعید کے بارہ میں طعن سخت کیا ہے، اور خلف وعید کے جواز میں فساد عظیم وقریب کفر وطعن شریعت وقرآن پر ہونا فرمایا ہے عبارت ان کی اوپر مذکور ہے لیکن یہ بات کس طرح سمجھ میں آتی غیظ وغضب آدمی کی دیدۂ حق بین کو اندھا کر دیتا ہے، اب ہم سے سنو! مذہب محققین یہی ہے کہ خلف وعید جائز نہیں ہے۔

اولاً: شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر ''عزیزی'' پارہ الم میں فرماتے ہیں ''وآنچہ بعض از ظاہر بنیان گفتہ اند کہ خلاف در وعدۂ نیک نقصان است در وعید بد کرم ولطف است مبنی است بر قیاس غائب بر شاہد در حق اوتعالی کہ مبرا از جمیع عیوب ونقائص است خلاف خبر مطلقا نقصان است خواہ نیک باشد خواہ بد زیرا کہ لطف وکرم اوتعالی گوشہای بسیار دارد جائز است کہ معاملہ لطف وکرم نماید وخلف در وعید ہم نہ کند بخلاف آدمیان کہ بسبب عجز بشری بغیر از خلف در وعید ایشان را لطف وکرم کردن ممکن نمی شود پس در حق ایشان خلف در وعید بترجیح نقصان بر نقصان است کہ اشد از نقصان اول است ودر حق اوتعالی نقصان محض است بے حاجت بتکمیل فافتر قاشاید'' جامع براہین دونوں پیر ومرید شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی وہی کہدیں جو صاحب انوار کو کہا ہے کہ اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے اور اس پر طعن کرنا مشائخ پر طعن کرنا ہے اور امام رازی جنہوں کا طعن کرنا خلف وعید کے بارے میں واحدی پر اوپر معلوم ہو چکا ہے ان کو بھی یہ دونوں یہی کہہ دیں۔

ثانیاً: تفسیر شربینی میں تحت قولہ تعالیٰ ''فلن یخلف اللہ عھدہ '' لکھا ہے ''فیہ دلیل علیٰ ان الخلف فی خبر اللہ محال''۔

ثالثاً: تفسیر کشاف میں تحت قولہ تعالیٰ ''ذالك جزینا ھم ببغیھم وانا لصادقون'' لکھا ہے ''فیما اوعدنا بہ العصاۃ لا خلفہ کما لا نخلف ما وعدناہ اھل الکتاب'' (کشاف ج:۲/ص:۱۸۶)

رابعاً: ''جلالین'' میں آیہ کی تفسیر لکھی ہے: ''اناالصادقون فی اخبارنا ومواعیدنا''

خامساً: بیضاوی میں ہے ''انا لصادقون'' فی الاخبار اوالوعد والوعید'' (ج:۲/ص:۲۱۴)

سادساً: تفسیر کبیر میں تحت آیت ''وما یبدل القول لدی '' کی لکھا ہے ''لا خلف فی ایعاد اللہ تعالی کما لا اخلاف فی میعاد اللہ''

سابعا: تفسیر ''جمل'' میں تحت آیت مذکورہ لکھا ہے:

المراد بالقول هو الوعيد بتخليد الكافر فى النار ومجازاة العُصاة على حسب استحقاقهم . ان روایات سے بخوبی روشن ہو گیا کہ مذہب حق یہی ہے کہ خلف وعید جائز نہیں، اور امام رازی کا قول تحت آیت ومن يقتل کے واحدی کے رد میں اس سے بھی بخوبی واضح ہے کہ خلف وعید جائز نہیں ہے، پس وہ وجہ ثامن ہوئی۔

تحقیق انیق : واضح ہو کہ حق سبحانہ نے اپنے کلام پاک میں یہ فرمایا ہے:

ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذٰلك لمن يشاء

اس سے معلوم ہو گیا کہ خدائے تعالیٰ کافروں کو ہرگز نہ بخشے گا، اور مسلمان میں جو گنہگار ہوں گے جس کو چاہے گا اس کی گناہ بخش دے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے چاہنے کو ہم پر ظاہر نہ کیا کہ ہم کس کس کو بخشیں گے وہ خود ان کو جانتا ہے قیامت کے روز جب ان کے گناہ بخشے گا ہم لوگ جو بے خبر تھے یوں جانیں گے کہ یہی خلف وعید ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں پر وعید عذاب ارشاد فرمایا تھا اور اس کو کچھ بھی نہ دیا اور واقع میں۔

یہ خلف وعید ہرگز نہیں ہوا، کیوں کہ جب اس نے گناہوں کی سزا بیان فرمائی تھی وہ خود جانتا تھا کہ فلان فلان آدمی جن کو ہم بخشیں گے وہ اس وعید عذاب سے جو کہ ہم بیان فرماتے ہیں مستثنیٰ ہیں، یعنی خدائے تعالیٰ نے وعید عذاب ان کے غیر کے حق میں فرمایا ہے، جن کو بخش دے گا اور سزا نہ دے گا اور ان کے غیر کہ وہ مسلمان گنہگار ہیں جن کو بدون سزا کے نہ چھوڑے گا سزا دیکر چھوڑے گا، پس فی الواقع جن کے واسطے اس نے یہ مقرر کرلیا ہے کہ سزا دونگا ان کو نہ چھوڑے گا، اور جن کے واسطے یہ پہلے سے ٹھہرالیا ہے کہ بدون سزا کے بخش دونگا ان کو سزا دے گا اگر چہ وہ دونوں فریق جدا جدا ہم کو نہیں بتائے ہیں معین کر کے پس یہ خلاف وعید نہ ہوا فی الواقع خلاف تو جب ہوتا کہ اول سے یہ اس نے مقرر کیا ہوتا کہ مثلاً زید کو اس کے گناہ کے سبب سے دوزخ میں ڈالونگا اور پھر اس کو نہ ڈالتا اور جب مجملاً فرمایا ہے تو یہ مقرر رہونا مفہوم نہ ہوا، اور بعض فریق کا دوزخ میں جانا لابد ہے اس پر اجماع ہے۔

چناں چہ اوپر شامی وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ فی الواقع وہ وعید وسزا انہیں کو دی جائے گی اور وہی مراد خدائے تعالیٰ کے ہیں کہ جو گروہ دوزخ میں جائے گی اور وہی مشیت سزا کے تحت میں داخل ہیں ازل میں ہی ان کو سزا پر مشیت واقع ہو چکی ہے اور جو بخشے جائیں گے ازل میں ہی ان کی عفو کی مشیت ہو چکی ہے اور خلاف مشیت وارادہ الٰہی کے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

پس خلاف وعید فی الواقع نہیں گو ہم لوگ اپنے عدم علمی سے خلاف سمجھیں خلاف ہوا کہ جمیع وعیدات الٰہی کافرین کے حق میں جزمی اور قطعی ہیں اور مسلمانوں کے حق میں جب ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ان کے عفو کو نہ چاہا ہو، وے کہ وہ مشروط بشرط عدم عفو ہیں

یہی امام رازی تفسیر کبیر جلد دوم میں فرماتے ہیں:
جميع الوعيدات مشروطة بعدم العفو فلا يلزم من تركه دخول الكذب . یعنی تمام وعیدات شرط کیے گئے ہیں، ساتھ عدم عفو کے پس اگر کسی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے عفو روز ازل میں جان لیا اور اس پر مشیت وارادہ ازلیہ واقع ہو چکا ہے اور اس کے موافق اظہار روز قیامت کو کر دے تو اس معافی سے کلام الٰہی میں کذب نہیں داخل ہوسکتا ہے، یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کذب ہوا خدائے تعالیٰ سے معاذ اللہ معاذ اللہ بلکہ یہ کہیں گے کہ یہ مصداق يغفر مادون ذٰلك لمن يشاء کا ہوا۔

اقوال سابقہ میں بھی تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ خلف وعید میں کذب لازم نہیں آتا ہے اب طالبان حق خیال فرمائیں کہ اس تقریر کے موافق مسلمان کا گناہ بھی معاف ہو گیا اور کذب بھی جو جمیع اہل ملل کے نزدیک ناجائز تھا حق سبحانہٗ اس سے منزہ اور مقدس بالکل بے لوث رہا۔ تعالیٰ الله عما يقول الظالمون علواً كبيراً .

اب اختلاف اشاعرہ غیر محققین وماتریدیہ میں اتنا باقی رہا کہ علما ماتریدیہ اس پر ہیں کہ خلف وعید کا اطلاق ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اوپر تحقیق ہو چکا کہ وہ درحقیقت خلف وعید نہیں ہے، اور علما اشاعرہ غیر محققین نے اس پر اطلاق خلف وعید کر دیا کیونکہ ظاہر نظروں میں ایسا ہی نظر آتا ہے گو درحقیقت نہیں ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور امام رازی کے قول سے تم معلوم کر چکے کہ موافق مذہب اشاعرہ کے بھی کذب لازم نہیں آتا ہے لقوله فلا يلزم من تركه دخول الكذب.

اور اسی طرح ''شرح عقائد'' کے خیالی محشی نے اشاعرہ کی طرف سے توجیہ کی ہے:
اذا اخبر بالوعيد فاللائق بشانه ان يبتنى اخباره على المشية و ان لم يصرح بذٰلك فلا كذب ولا تبديل یعنی شان کریم سے یہ ہے کہ جب وہ خبر دے مجرم کو ساتھ وعید یعنی سزائے جرم کے مبنی کرے، اس اخبار کو مشیت پر یعنی اگر ہم چاہیں گے تو یہ عذاب دیں گے پھر اس صورت میں نہ کذب لازم آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جھوٹ بولا ہے معاذ اللہ، اور نہ تبدیل لازم آتی ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے کلام کو بدل دیا انتہیٰ۔

اور ایسے ہی اوپر تکمیل الایمان سے گذر چکا ہے جس سے کذب وتبدیل کا لازم نہ آنا قول اشاعرہ قائلین خلف وعید سے ظاہر ہے دیکھئے سب علما خلف وعید کے ساتھ کذب اور تبدیل کو اشارہ سے دور کرتے ہیں افسوس جامع براہین پیر ومرید دونوں بے ساختہ بول اُٹھے جو چاہا اور ذرا کتب دینیہ کا مطالعہ نہ کیا اور حق سبحانہ جزائے خیر دے صاحب انوار کو کہ ہدایۃً لاہل الاسلام قواعد اسلامیہ وقواعد دینیہ ''انوار ساطعہ'' میں بیان کر دیئے کہ جس میں عنادِ معاندین اور فسادِ مفسدین سے ذرہ بھر فرق نہیں آسکتا ہے۔

سترہویں خطا : آپ فرماتے ہیں کہ پس اس پر طعن کرنا مؤلف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔

اقول: صاحب انوار نے اشاعرہ پر خلفِ وعید کا طعن نہیں کیا بلکہ امکان کذب پر طعن کیا ہے اور جو شخص اللہ کی ذات پاک میں امکان اور قابلیت کذب ثابت کرے پھر مومن موحد اس پر طعن نہ کرے ہم اس کے ایمان پر افسوس کرتے ہیں اور اشاعرہ کے کلام میں امکان کذب کے الفاظ نہیں، بعض علما نے بنظر ظاہر خلفِ وعید کے لفظ سے ان کو الزام کذب باری دیا تھا تو ان کے جواب دوسرے علما مانند علامہ خیالی وغیرہ نے خلف وعید کی حقیقت سمجھا دیئے کہ وہ امکان کذب کے عقیدہ سے پاک ہیں، ان پر یہ لازم نہیں آتا ہے۔

اٹھارھویں خطا: صاحب انوار نے یہ مضمون لکھا ہے کہ کوئی جناب باری تعالیٰ پر امکان کذب کا دھبا لگاتا ہے، انوار ساطعہ موجود ہے پڑھکر دیکھ لو پھر اس کو جامع براہین نے کیوں اس قدر طول دیا، ہم کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان سچے دل اور سچی زبان والا انصاف سے کہہ دے کہ خداوند کریم کو امکان کذب کی نسبت کرنے سے یہ دھبا لگتا ہے یا نہیں۔

اور صاحب انوار نے سوائے لفظ دھبا لگانے کے اور کوئی طعن نہیں کیا اور یہ بات حق صاحب انوار نے کہی، ان کو فقط حق بیان کرنا منظور ہے کسی پر طعن کرنا مدنظر نہیں ہے، اگر امر حق بیان کرنے میں کسی پر طعن ہو جائے تو صاحب انوار پر کیا مواخذہ ہے جامع براہین مفت میں ژاژ خائی کرتا ہے (مفت میں بکواس کرتا ہے) تمام بلاد کے علما و لاکھوں وکروڑوں کے فتویٰ اور تمام دنیا کے علما کو عمل داعیان علما و صوفیہ کرام کے فعل کو محفل میلاد شریف کے بارے میں مردود کہتا ہے چنانچہ اوپر گذر چکا ہے مع حوالات صفحات کے تو اس کو طعن مشائخ پر نہیں جانتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے تنزیہ کذب سے بیان کرنے کو طعن زعم کرتا ہے، "برین فہم ودانش بباید گریست"۔

انیسویں خطا: آپ فرماتے ہیں: اور اس پر طعن کرنا نہایت لاعلمی ہے۔

اقول: ناظرین رسالہ ہذا اس وقت تک جو طرفین کا کلام نقل ہوا ہے دیکھ کر خود سمجھ جائیں گے کہ لاعلمی کس کی طرف ہے اپنے منہ سے کیا کہیں ؎

مشک آن است کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید

ترجمہ: مشک وہ ہے جو خود مہکے نہ کہ عطر بیچنے والا کہے

اور جب مولوی رشید احمد صاحب نے رسالہ "جامع الشواہد" پر کہ اس میں غیر مقلدین کے عقائد و اعمال کا بیان بطور طعن کرنے کے کیا ہے، کیا اور اول مسئلہ اس کا یہی ہے؟ کہ وہ امکان کذب کے قائل ہیں، مہر کر دی، اور طعن کرنے والوں میں امکان کذب باری تعالیٰ کے قائلین پر شامل ہو گئے، تو اس وقت لاعلمی محض مولوی صاحب کی ہوئی یا نہیں، کچھ بھی عقل ہے تو کہہ دو یا انکار کر جاؤ کہ ہم نے اس پر مہر یا دستخط نہیں کیے ہیں، لیکن سال گذشتہ تک خاموش رہنا اس انکار سے آپ پر شاہد عدل ہے کہ یہ انکار آپ کا صحیح نہیں ہے اب سخنوران مہذب اور سنجیدہ گویان مؤدب کی خدمت میں ایک امر انصاف طلب پیش ہوتا ہے یعنی "انوار ساطعہ" میں ایک

عبارت مولانا رشید احمد صاحب کی آئی ہے، تو صاحب انوار نے اس تہذیب سے اس میں کلام کیا ہے کہ باید وشاید یعنی یہ لکھا ہے کہ اس کلام کی رکاکت اور سخافت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام مولانا رشید احمد صاحب کا نہیں ہے اس لیے کہ اس میں یہ رکاکت ہے اور یہ اعتراض ہے نو دس باتیں کثیف وسخیف جو ان کی تین چار سطروں میں بھری ہوئی تھیں، بیان کر کے آخر میں لکھا کہ ہم ایسا گمان ان پر نہیں لے جاتے کہ یہ عبارت انہوں نے لکھی ہوگی اور جو کوئی خواہے نخواہی ان کو نشانہ ان اعتراضات کا بتائے اور یہ عبارت ان کے ذمہ لگائے اس کو اختیار ہے ''إنی بریٌٔ مما یعلمون ". انتھی.

دیکھیے: اس عبارت میں کیا بلاغت اور کیا متانت اور کیا تہذیب ہے، لیکن ان حضرت سے اس کلام مہذب کی بھی برداشت نہ ہوئی، اس کا انتقام اس طور پر لیا کہ صاحب انوار نے خدائے تعالٰی کی تصدیق میں کوشش کی تو حضرت جی نے عناد میں آکر اس کو بھی رد کیا، امکان کذب کا ثبوت دیا، صاحب انوار نے تین رکعت وتر کی لکھی تو آپ نے ایک رکعت ثابت کی، علاوہ برآن توہین اور تحقیر اور تجہیل صاحب انوار کی اس قدر کی ہے کہ اگر کوئی شخص اس کتاب براہین قاطعہ سے مضامین جدا کرے، اور صاحب انوار کی ہجو اور مذمت اس میں سے نکال کر علیحدہ کرے تو اغلب ہے کہ چوتھائی کتاب تبرّا سے بھری ہوئی نکلے گی۔ لاعلم جاہل، بے حیا، بے شرم، حق پوش، خائن وغیرہ ایسے ایسے جلے بھنے الفاظ سینہ تصوف گنجینہ سے نکالے ہیں کہ العظمۃ للہ لوگ ان کو صوفی اور عالم کہتے ہیں مقتضیٰ عالمیت کا یہی تھا کہ لغو سے پرہیز کر کے نصیحت کرتے غیظ وغضب میں یہ آیت بھی یاد نہ رہی۔: ادع إلیٰ سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة .

ترجمہ: ''اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تقدیر اور اچھی نصیحت سے'' (کنز الایمان: پارہ ۱۴، ع ۲۸۴) اور مقتضائے فقر وتصوف یہ تھا کہ اگر کوئی برا بھی کہتا تو صبر کرتے فقیر لوگ بدلا لینا تو کیسا رنج کرنے کو بھی منع کرتے ہیں، اور یہ لکھتے ہیں

عارف کہ برنجد تنک آب است ہنوز

اور دوسری جگہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمنان ہم نہ کر دند تنگ

اور کسی عارف باللہ نے فرمایا ہے:

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن

بناءً علیہ اگر صاحب انوار کی طرف سے کچھ کج ادائی بھی ہوتی تو یہ حضرت فضول ولغو سے کنارہ کر کے محض نصیحت فرما دیتے

۔قال السعدی:

اگر من نا جوان مر دم بکر دار

تو بر من جواں مر دان گذر کن

اور فرماتے ہیں: بدی را بدی سہل باشد جزا۔ اگر مردی احسن الیٰ من اساء۔

لیکن آپ ایسے کہاں تھے معاملہ بالعکس ہوا کہ صاحب انوار نے ان کا نام تک مخفی رکھا کہ یہ کلام مولانا رشید احمد صاحب کا معلوم نہیں ہوتا ہے اور آپ نے اس کے جواب میں یہ کیا کہ صاحب انوار کا نام صراحۃً لکھ کر تبرّا کیا اور اس قدر کہ چوتھائی کتاب کو بد گوئی سے بھر دیا، اور ہم سب مضامین کو ان کی طرف منسوب اس لیے کرتے ہیں کہ مشہور عام یہی ہے کہ یہ کتاب انہوں نے خود اپنے مرید مولوی خلیل احمد صاحب کے نام سے لکھی ہے۔

بالفرض والتقدیر اگر وہ اس سے انکار فرمادیں تو یہ بات ہرگز کتاب سے مٹنے والی نہیں کہ اس میں اہل مطبع نے صاف لکھ دیا کہ یہ رسالہ بامر مولوی رشید احمد صاحب چھپا ہے دوسرے یہ کہ آخر میں مولوی رشید احمد نے لکھا ہے کہ: میں نے اول سے آخر تک اس کو بغور دیکھا ہے، چناں چہ ہم اس کا ذکر اوپر کر چکے ہیں۔

جامع براہین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کن الفاظ سے تعبیر کیا:

پس اگر تسلیم بھی کر لیں کہ ہاں صاحب آپ کے مرید نے یہ کتاب لکھی لیکن آپ تو اول سے آخر تک بغور دیکھ کر اس کے مضامین کا ذبہ اور سب وشتم وفضول ولغو وغیرہ کو نور علم قرار دیکر پھر ایسے مطالب باطلہ کے لیے دعاے مقبولیت کر کے اس کو سعی تمام سے چھپوا کر عمدہ طرح پر طرفدار اور ذمہ دار ہو گئے اور کیونکر نہ ہوتے مرید کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے پیر سے ہی حاصل ہوتا ہے، مریدوں کی زبان حال پیرومرشد کی جناب میں یوں نغمہ سرائی کرتی ہے۔

میرے مرشد میں گھر سے کیا لا یا ہے یہ سب کچھ حضو ر کی مایا

اور اگر یہ مضامین مرید ہی کے ہوتے تو ہدایت فرما کر کتاب سے نکلواتے، سب کو کٹواتے اگر مرید ان پر قلم نہ پھیرتا تو خود اس کو نہ چھپواتے، ذمہ دار وطرفدار نہ ہوتے، لیکن چونکہ یہ باتیں ہرگز نہیں ہوئیں تو اصل مدعا ظاہر ہو گیا۔

راز کتنا ہی چھپایا جاے افشا ہو گیا

اب ہم مدعا اصلی پر آئیں، براہین قاطعہ میں جابجا صاحب انوار کو بے علم، لاعلم جاہل وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے، اور اس

مقام پر بھی لاعلمی صاحب انوار کی ثابت کی کہ عبارت ردمحتار در باب خلف وعید نقل فرمائے تا کہ لوگ جانیں کہ صاحب انوار کو کتب بسیط پر عبور نہیں ہے، حالاں کہ دیکھو خود جامع براہین ص:۷۶،ص:۸ میں اقرار کرتا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ: مولف کو یعنی صاحب انوار کو اس مقام پر ردمحتار پر نظر ہے انتہی۔

اور ص:۱۳،ص:۵، میں لکھا ہے عالمگیریہ پر مولف کی نظر ہے، اور ص:۲،ص:۱۴، میں تحصیل علم صاحب انوار کی خود سند لکھی کہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری اور مولوی شیخ محمد صاحب محدث تھانوی سے تحصیل علم کی ہے۔انتہی۔

گو اس مقام پر از روئے عناد کیسے ہی الفاظ سے لکھا، لیکن اسناد ان کے تحصیل علم کی ان اساتذہ مشہورین سے گذاردی اور واضح ہو کہ جناب مولانا شیخ محمد صاحب محدث سے مولوی رشید احمد صاحب نے بھی حدیث پڑھی تھی، صاحب انوار اور وہ دونوں استاذ بھائی ہوئے۔ اور ص:۵۱،ص:۵، براہین میں ثابت کر دیا کہ یہ دونوں باہم پیر بھائی ہیں اور واضح ہو کہ مولوی احمد علی صاحب محدث سے مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے بھی حدیث پڑھی تھی اور صاحب انوار نے بھی، اور مولوی سعادت علی صاحب سے مولوی احمد علی صاحب محدث نے شروع میں علم پڑھا ہے اس طریق سے وہ استاذ بھی ہو گئے۔

غرض یہ کہ جامع براہین نے اس مقام پر اسناد تحصیل صاحب انوار گذاردی اور ص:۳۱،ص:۳ لکھتے ہیں پھر جو احقر نے لکھا ہے تمام کتب شرعیہ میں موجود ہے اور خود مؤلف بھی یعنی صاحب انوار اس کو جانتا ہے۔انتہی۔

الحاصل: اگر چہ وہ لفظ جاہل اور بے علم وغیرہ لکھ کر لوگوں کے دلوں میں تحقیر اور توہین صاحب انوار کے جماتے ہیں، لیکن امر حق میں ایک تاثیر ہے کہ وہ بے اختیار حق پوشوں کی زبان سے بھی ٹپک ہی جاتا ہے، بناء علیہ جامع براہین سے جابجا ایسے الفاظ بے اختیار نکل گئے کہ جس سے صاحب انوار کی اسناد تحصیل علم میں بھی معلوم ہوگئی اور نظر کتب مبسوطہ پر ظاہر ہوگئی، اور یہ بھی خوب ظاہر ہو گیا کہ جامع براہین نے جو عبارتِ ردمحتار نقل کی ہے وہ خود اس کا مضمون تحقیقی نہیں سمجھے اور صاحب انوار اس کی ماہیت بہت ٹھیک سمجھے ہوئے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے اشاعرہ کے خلف وعید پر نہیں بلکہ کذب پر طعن کیا ہے۔

بیسویں خطا: یہ کہ جب ثبوت امکان کذب وعید کی سند گذار کر خوب زور لگایا ہے تو یہ جاننا چاہیے کہ مومنین کو امید جنت سے بھی سخت مایوس بنایا ہے، کیوں کہ جو خلف وعید پر قادر ہے وہ عقلاً خلاف وعدہ پر بھی موافق مسلک جامع براہین کے قادر ہے، تم خود میاں جامع براہین امکان نظیر کے بارہ میں لکھتے ہو ان الله علی کل شیٔ قدیر جب کل شی میں ایسا عموم مانا کہ خلف وعید کو اس میں شامل جانا ہے تو خلاف وعدہ کے شمول کو کس طرح انکار کر سکتے، ہو اس کو شامل ماننا بھی ضرور ہوا اور خبر وعید کا خلاف جیسے عقلاً

درست ہوا تو خلاف خبر وعدہ کا کیوں کر عقلاً درست نہ ہوگا اور جود وکرم کو علت خلاف خبر وعید قرار دیتے ہو تو خلاف خبر وعدہ میں بھی ایسی وجہ مانند مصلحت کے نکل سکتی ہے جیسا کہ امام رازی سے اوپر گذر چکا ہے در بار رد واحدی کے اور ایسے ہی کافرین کی وعید میں بھی جود وکرم کو وجہ جواز خلف وعید بنا کر خلاف وعید کافرین کا بھی قائل ہو جانا تم پر لازم ہے اور بھی جود وکرم وجہ خلف وعید مومنین ہے تو عرفاً وعادتاً ہے نہ عقلاً۔

پس مومنین تو مایوس ہوئے دخول جنت سے اور کافرین کو خوف دوزخ نہ رہا۔

پس تم نے اس عقیدہ کذب باری کے امکان سے بیخ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اکھاڑنا چاہا، اور جس قدر اخبار وقصص قرآن میں موجود ہیں جب کذب باری ممکن ہوا تو ممکن ہر وقت ممکن ہوتا ہے، اس لیے کہ انقلاب ماہیت مفہومات ثلاثہ ممکن وواجب وممتنع میں محال ہے، پس کذب باری کی تقدیر پر کہا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ جس قدر خبریں قرآن میں ہیں ممکن ہے کہ جھوٹ ہو کوئی دلیل اس کے رفع کی بر تقدیر مذکور موجود نہیں ہے اور ایسے ہی جب کذب باری ممکن ہوا تو ید کاذب پر اظہار معجزہ کا جائز ہو گیا۔ اس لیے کہ ید کاذب امتناع معجزہ کا تو اس واسطے ممتنع تھا کہ امکان کذب کا نہ تھا، چناں چہ اوپر عبارت حاشیہ باجوری ومسلم الثبوت سے واضح ہو گیا ہے، پس ثبوت نبوت وقرآن کے اخبار کا کچھ اعتبار نہ رہا اس سے بڑھ کر اور کونسی بے دینی ہوگی، جس سے یہ استحالات لازم آئے کہ نبوت کا ثبوت بھی نہ ہو سکے؟ اور قرآن کے اخبارات کا کچھ اعتبار نہ رہے؟ ایسے لوگوں کے ایمان پر ہم افسوس کرتے ہیں۔

اکیسویں خطا: یہ کہ ہاں حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہ ہونا آج تک کسی اہل علم نے نہ کہا تھا۔

اقول: کسی مخلوق کے مثل پیدا ہونے یا نہ ہونے میں کلام نہیں سوائے نظیر حضرت خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے، سبحان اللہ جامع براہین کا ادب دیکھنے کے قابل ہے کہ حضرت ختم النبوۃ علیہ الف الف تسلیم وتحیہ کو کن الفاظ ما بہ الامتیاز سے تعبیر کرتا ہے کہ اپنے مخلوق کی مثل الخ۔

خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محال ہونے کا بیان:

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا، بناءً علیہ اہل سنت و جماعت نے کہا کہ اب کوئی نبی بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا نہ ہوگا، کیوں کہ اگر خدا بعد آپ کے نبی پیدا کرے گا تو ظاہر ہے کہ اب وہ خاتم ہو جائے گا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت باقی نہ رہے گی، پس جناب باری کے کلام میں کذب لازم آئے گا اور جھوٹ بولنا خدائے تعالیٰ کا محال ہے، بناء علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل کا پیدا ہونا بھی محال وممتنع ہے۔

اورطرف مقابل کے ضدی آدمی جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوایسے الفاظ کہتے ہیں کہ وہ ہماری طرح کے بشر ہیں، ایسے مخلوق ہیں جیسے ہم ہیں، ان کوسخت ناگوار ہے کہ آپ کو بے نظیر کہا جائے، کیونکہ کسی چیز کو بے نظیر کہنا اس کے کمال وخوبی پر دلیل ہے اگر ان کوایسا مانا گیا تو پھر بھائی کس طرح بنیں گے ایسے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ:

اگر خدا چاہے توسینکڑوں مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کردے، کیونکہ **ان اللہ علی کل شیٔ قدیر۔**

اور جب جواب دیجیے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مقرر ہو چکے لقولہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور بدون تعذر معنی حقیقی کے معنی مجازی لینا درست نہیں ہے، **کما تقرر فی مقرہ** اور معنی حقیقی ''خاتم'' کے یہی ہیں کہ سب کے آخر ہوئے ،اور جس کے فرض وقوع سے محال لازم آئے وہ محال ہوتا ہے، **کما لایخفیٰ علی الماہر۔**

پس اگر کسی دوسرے نبی کا وقوع بعد آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مانا جائے تو خلاف مقرر لازم آئے گا کہ فرض ومقرر یہ کیا تھا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اب وہ نبی خاتم ہو جائے گا، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم نہ رہیں گے اور ان کا خاتم نہ ہونا باطل ہے کہ خلاف مقرر ومفروض کے بھی ہوا اور کلام الٰہی میں کذب بھی لازم آیا اور وہ محال ہے، تمام عقلا کے نزدیک بسبب نقص و عیب ہونے کے اور یہ محال فرض وقوع مثل آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لازم آیا اور مستلزم محال کو محال ہوتا ہے۔

پس مثل آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم محال ہوا تو ضدی آدمی کہہ دیتے ہیں کہ کذب باری تعالیٰ جولازم آیا وہ محال نہیں ہے بلکہ ممکن ہے، پس وقوع دوسرے نبی کا بعد آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محال نہ ہوا، اور کذب کے ممکن ہونے کی دلیل بھی یہی آیت **ان اللہ علی کل شیٔ قدیر** معاذ اللہ معاذ اللہ اور جب ان پر اعتراض پڑتے ہیں تو ایک بزرگ کی سند لاتے ہیں، سبحان اللہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ بلا اسناد صحیح تسلیم نہیں فرماتے اور ایک بزرگ کا کلام وہ بھی کیا معلوم ان کا ہے یا کسی نے ملا دیا ہے اور اگرانہی کا ہے تو کس جذبہ وکس حالت میں کہا ہے۔ اس کی ٹٹی پکڑ کے اپنا مطلب بناتے ہیں۔

بہرکیف وہ جو چاہیں کہیں ہم بوجہ ادب جناب باری تعالیٰ کے یہ لفظ نہیں کہہ سکتے کہ اگر خدا چاہے تو معاذ اللہ اپنے کلام کو جھوٹا کردے، سیکڑوں مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کردے سب عاقل جانتے ہیں کہ اس میں نہ کوئی صفت عالیہ اللہ تعالیٰ کی نکلتی ہے، نہ صفت عظمت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی، بناءً علیہ ہم تو یہی کہیں گے کہ خدا ایک بھی نبی اب پیدا نہ کرے گا اس کو یہ صاحب جل جل کر جو چاہیں ارشاد فرمائیں، خواہ یہ اتہام لگائیں کہ انہوں نے خدا کو عاجز سمجھا ہے خواہ یہ بہتان باندھیں کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت کے قائل نہیں، جو شخص دانا ہوگا وہ ہمارے اعتقاد کو سمجھ لے گا کہ مراد کیا ہے۔

اورامید قوی ہے کہ سخن فہمان دقیق نظر یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ جامع براہین نے اول امکان کذب باری ثابت کیا، اس کے

بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل پیدا کرنے کا مسئلہ کیوں لکھا؟ اس کی وہی بنیاد ہے جو بندہ اوپر عرض کر چکا ہے۔ استغفر الله لاحول ولا قوة الا با لله ،اللهم اصلح امة محمد صلى الله عليه وسلم .

امام توریشی کا قول کہ امکان نبی بعد آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کافر ہے:

بائیسویں خطا: آپ فرماتے ہیں جیسا اس سیزدہم صدی کے مبتدعین نے کہا ہے۔

اقول: اللہ رے غفلت اول خود جناب باری تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا خاتم النبیین اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: ختم بی رسل انا خاتم النبيين . كذا في الصحيحين (بخاری و مسلم)

بعد ازاں حضرت امام اعظم کے وقت میں ایک شخص نے دعوی نبوت کیا، اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھکو مہلت دو، میں علامت نبوت تم کو دکھادوں۔

حضرت امام صاحب نے حکم فرمایا کہ جو شخص اس سے نشان نبوت اور معجزہ طلب کرے گا، وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ جو شخص اس سے معجزہ طلب کرے گا یہ بات ثابت ہوگی کہ وہ دوسرے نبی کا ہونا بعد آپ کے ممکن الوقوع سمجھتا ہے، حالاں کہ آپ فرما چکے ہیں: لا نبی بعدی یہ قصہ امام صاحب کا تفسیر ''روح البیان'' میں ہے۔

اور عقائد اہل سنت کی پرانی کتاب میں جس کو حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ نے بھی پڑھا ہے اور قدماء اہل سنت میں اس کا درس جاری رہا یعنی کتاب 'تمہید' اس میں لکھا ہے:

من ادعى النبوة في زماننا يصير كافراً ومن طلب منه المعجزة فإنه يصير كافراً لأنه شك في النص۔

یعنی جو کوئی دعوی کرے نبوت کا اب وہ کافر ہو جائے گا اور جو کوئی اس سے معجزہ مانگے وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے آیت و حدیث میں شک کیا چنانچہ اسی کے موافق صاحب انوار نے اپنی کتاب ''مظہر الحق'' جو واسطے تعلیم عقائد و مسائل ضروریہ نماز کے آخر تیرہویں صدی یعنی ۱۲۸۴ھ میں تالیف کی ہے لکھا ہے:

نبی بعد حضرت نہ ہو گا کوئی
سمجھ خاتم الانبیا ہیں وہی
نہیں شرع میں مصطفیٰ کے سوا
کسی کا لقب خاتم الانبیاءِ